مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے ممبران اپنے آقا ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ

(اس گروپ میں وہ تین خدام بھی ہیں جو ۸ مارچ ۱۹۸۰ء کو کار کے حادثہ میں شہید ہوئے)

شہادت ۱۳۵۹ ہش

(ایڈیٹر)
محمد الیاس منیر
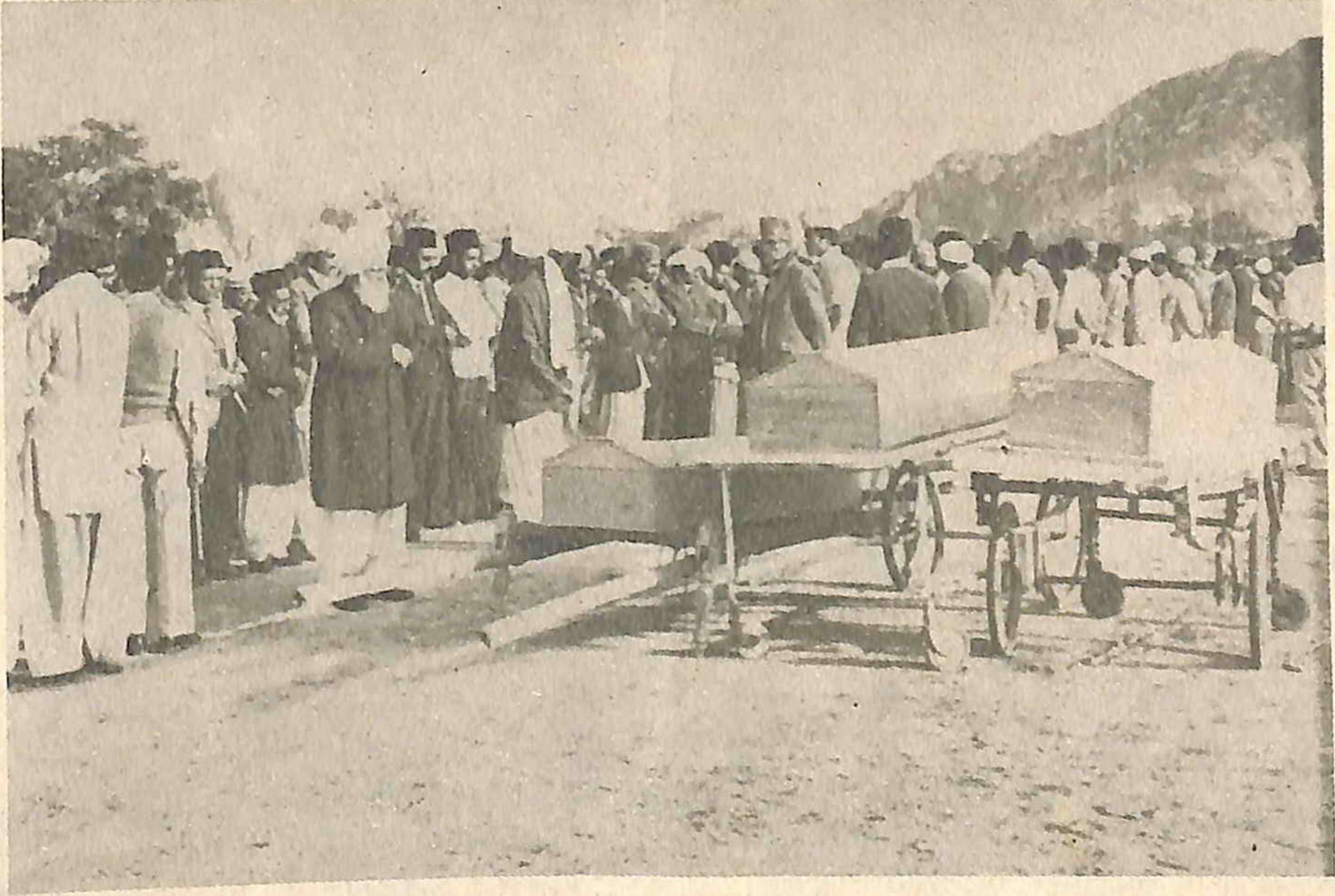
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۹ مارچ ۱۹۸۰ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے میدان میں تین خدام احمدیت کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں

صرف ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

— استبقوا الخیرات —

"تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعود)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۲۷ شمارہ ۶

شہادت ۱۳۵۹ ہش

اپریل ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر:- محمد الیاس منیر

نائبین:- سید حسین احمد - اخلاق احمد انجم

معاونین:- اظہر احمد - منصور احمد عارف

پبلشر:- مبارک احمد خالد - پرنٹر:- سید عبدالحئی

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس - ربوہ -

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

ترتیب

قیمت سالانہ/ ۱۵ روپے / قیمت ماہوار ۵۰/ ۱ روپے

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں

تین وفا شعاروں کی شہادت

"حضور دُعا فرمائیں میرے باقی بیٹوں کو بھی اسی طرح دین کی سچی خدمت کی توفیق ملے"۔ صبرو رضا سے لبریز، کتنے ولولہ انگیز تھے یہ الفاظ خواجہ محمد اکرم صاحب کے ـــ جو اپنے شہید بیٹے خواجہ اعجاز احمد کی نمازِ جنازہ کے بعد اپنے پیارے امام سے درخواست دُعا کر رہے تھے۔

آپ کا جوان سال بیٹا خلافتِ احمدیہ کے ان تین وفا شعاروں میں سے ایک تھا جو ۸ر مارچ سنہ ۱۹۸۰ء کو لاہور سے ربوہ آتے ہوئے کار کے ایک خوفناک حادثہ میں شہید ہوئے ـــ عالمِ جوانی میں ایسی المناک جدائی پر یہ صبر ـــ یہ اطمینان ـــ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ خدا انہیں صبرِ جمیل کا بہتر اجر دے۔ آمین

اسی حادثہ میں ضلع لاہور کے قائد جناب طاہر احمد خان نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ صدمہ ان کے والدین کے لئے کتنا جانکاہ ہوگا جو اپنے بیٹے کا آخری دیدار بھی نہ کر سکے ـــ جنابِ طاہر کو بچپن سے ہی خدمتِ دین کی ایک چاٹ سی لگ گئی تھی اور آخر اسی راہ میں عظیم قربانی کی سعادت نصیب ہوئی۔

نابغۂ روزگار ـــ جوادِ رشید ـــ تُو واقعی جواد نکلا ـــ کہ خدا کی راہ میں سخاوت کرتے ہوئے جان تک کا نذرانہ پیش کر دیا ـــ تجھے مبارک ہو کہ تُو نے اپنا مقصود پا لیا ـــ شاید حضرت مصلح موعودؓ کو تجھ ایسے جوانوں ہی کی تلاش تھی ـــ

احمدی جوانو! تاریخ احمدیت کے ایک درخشندہ باب کا عنوان بن کر خلافت کے جانثار یہ تینوں تمہارے شہید بھائی سرزمین ربوہ میں میٹھی نیند سو چکے ـــ مگر ان کی روحیں تمہیں سلام کہتی ہیں ـــ انکی قبریں بزبانِ حال کہتی ہیں ـــ بھائیو! نظامِ خلافت کی قدر کرنا ـــ اس کے استحکام کی خاطر جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کرنا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(درس)

بدظنی سے بچنے میں تقویٰ ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۝ (الحجرات)

ترجمہ :- اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں۔

حدیث

عن ابی ھریرۃؓ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال اِیّاکم والظنّ فانّ الظنّ اکذب الحدیث.

(ترمذی باب ماجاء فی ظن السوء)

ترجمہ : حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا (اے مسلمانو!) تم ظن سے بچو کیونکہ ظن بہت ہی بُری بات ہے۔

حضرت امام آخرالزمانؑ فرماتے ہیں

"بدظنی ایک ایسا امر ہے جو انسان کو اندھا کر کے ہلاکت کے تاریک کنوئیں میں گرا دیتی ہے۔ بدظنی ہی ہے جس نے ایک ... انسان کی پرستش کرائی۔ بدظنی ہی تو ہے جو لوگوں کو خدا کی صفات خلق، رحم، رازقیت وغیرہ سے معطل کر کے نعوذ باللہ ایک فرد معطل اور شئے بے کار بنا دیتی ہے۔ الغرض اس بدظنی کے باعث جہنم کا بہت بڑا حصّہ اگر کہوں کہ سارا حصّہ بھر جائے گا تو مبالغہ نہیں"

(روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۹۵)

منظومات

ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دُور جاتے ہیں

بے احتیاط ان کی زبان وار کرتی ہے
اک دم میں اس علیم کو بیزار کرتی ہے

اک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بوتے ہیں

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے
ڈرتے رہو عقاب خدائے جہان سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما

شاید تمہارے فہم کا ہی کچھ قصور ہو
شاید وہ آزمائش ربّ غفور ہو

پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
خود سر پہ اپنے لے لیا خشم خدائے پاک

پس تم بچاؤ اپنی زبان کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبت ربّ العباد سے

اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ ——— وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ

وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا

وَاِنَّا بِفِرَاقِكُمْ يَا اَحِبَّاءُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

آنکھ بہتی ہے ——— دل غمگین ہے

اے ہمارے محبوبو! ہم تمہاری جدائی سے بیشک غمگین ہیں۔

لیکن ہم کوئی بات نہیں کہتے جو اللہ کو ناپسند ہو۔

۱۴ر مارچ ۱۹۸۰ء کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسجد احمدیہ دارالذکر لاہور میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے ۸ر مارچ ۱۹۸۰ء کو شہید ہونے والے لاہور کے تین خدام احمدیت کا جو ذکرِ خیر فرمایا۔ مکرم مبارک احمد صاحب پانی پتی اور مکرم عبدالمالک صاحب لاہور کے تعاون سے پیش خدمت ہے۔ ——— (ادارہ)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وقف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۔

اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ ـــ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ
وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا
وَاِنَّا بِفِرَاقِکُمْ یَا اَحِبَّاءُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے اپنی لاانتہا حکمتوں کے ماتحت قلبِ انسانی کو بیک وقت مختلف النوع جذبات کا آماجگاہ بنایا ہے۔ ایک ہی وقت میں دل غم سے بھی بھر جاتا ہے اور مسکراتا بھی ہے۔ خوف سے بھی بھر جاتا ہے اور اُمید بھی بڑی بلند ہو جاتی ہے۔ غرض ہر بات میں مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کئی اوقات بیک وقت کئی جذبات دل میں ہجوم کر آتے ہیں یہی حالت ہمارے دلوں کی ان دنوں میں ہے ـــــ

پچھلے جمعہ کے دن ہمارے اندر تین ایسی ہستیاں موجود تھیں جو صرف اپنے ماں باپ کے ہی لال نہیں تھے۔ ہمارے بھی بڑے پیارے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا نے، اس کی رحمت نے، اُنہیں بہت جلد اس جمعہ کے بعد اپنے حضور طلب کر لیا۔ ان تینوں کی عمر ملا کر میری عمر کو نہیں پہنچتی۔ لیکن وہ اپنی منزلِ مقصود پہ پہنچ گئے۔ خدا تعالیٰ کو انہوں نے پالیا، اس کی گود میں بیٹھ گئے۔ اور مَیں ابھی رستے میں ہی گرد آلود ہوں۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ آج جمعہ کا خطبہ مَیں کہوں۔ احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے کہ مَیں جو دو تین اہم اصولی باتیں کہنے کی ہیں انہیں کما حقہٗ آپ تک پہنچا سکوں۔

یہ واقعہ کئی نوع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر مبرم تھی۔ کسی صورت ٹل نہیں سکتی تھی۔ ایک تو یہ بھی ہوتا ہے کہ جو واقعہ ہو گیا، اس کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہونا ہی تھا، ٹل نہیں سکتا تھا۔ لیکن بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ اس میں خیال آتا ہے اور وہ خیال کسی حد تک صحیح بھی ہوتا ہے کہ اگر یوں ہوتا۔ اگر یہ احتیاط ہوتی، اگر یوں نہ ہو جاتا، اگر یہ بے احتیاطی نہ ہو جاتی تو ایسا نہ ہوتا۔ یوں نہ ہوتا ـــ یہ تقدیر ایسی مبرم تھی کہ کچھ بھی ہوتا۔ کوئی بھی احتیاط ہوتی۔ کوئی بھی انداز پہلو دلوں میں ہوتا اور ہو چکے تھے۔ لیکن یہ بات ٹلنے کی نہیں تھی۔ یہ ان تینوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقرر وقتِ ملاقات تھا۔ اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا تھا ـــ تینوں شامل تھے۔ پورے طور پر، سو فیصدی، اللہ تعالیٰ کی اُس رحمت میں جو نازل ہوئی، مَیں اُن میں سے ایک کو مثال کے طور پر پیش کروں گا۔ دوسروں کا بھی ضمناً ذکر ہو جائے گا۔ لیکن وہ تینوں شامل ہیں اُس میں جو مَیں کہنے والا ہوں ـــ اور وہ جوّاد رشید جو نائب صدر (نائب قائد) خدام الاحمدیہ تھے۔

آج صبح تہجد کے وقت جب مَیں اپنی دُعاؤں میں مصروف تھا تو مَیں دو سال سے ایک صاحب کے لئے دُعا کر رہا تھا کہ مجھے فوری خیال آیا کہ جوّاد ان کا نام ہے۔ اور مجھے یاد تھا کہ کب انہوں نے مجھے کہا۔ دو سال پہلے قریباً اسی وقت جب مَیں لندن واپس جانے کو تھا تو کچھ خدام مجلس عاملہ کے مجھے ملنے کے لئے آئے اور ان سے رخصت ہوتے وقت وہ جگہ بھی مجھے یاد ہے جہاں میں کھڑا تھا۔ اُن میں سے بعض اور نے بھی کہا ہوگا کہ ہمارے لئے دُعا کریں۔ میری یہ عادت ہے کہ جب کوئی مجھے دُعا کے لئے کہتا ہے تو میں ساتھ ہی دُعا کر دیتا ہوں، سُنتے ہی، اور اگر کوئی دُعا کے لئے

لکھتے ہیں دوست تو پڑھتے پڑھتے ہی دُعا کر دیتا ہوں۔ لیکن جن کی حاجت یا مستقل ہو یا بہت قابلِ رحم ہو۔ یا جن کے ساتھ دل میں کسی وجہ سے بہت ہمدردی پیدا ہو تو اُن کے لئے متواتر دُعا کرتا ہوں۔ بعض کے لئے سالہا سال سے کر رہا ہوں۔ تو یہ نام جوّاد جب آیا تو مجھے یاد آگیا کہ دو سال ہوئے یہاں جس مقام پر مَیں کھڑا تھا، وہاں انہوں نے مجھ سے کہا دُعا کے لئے۔ اس طور پہ کہا کہ وہ مستقل طور پر میری دعاؤں میں شامل ہو گئے اور مَیں آج تک حتیٰ کہ جیسے مَیں نے کہا ہے کہ آج صبح تک بھی مَیں ان کے لئے دُعا کر رہا تھا۔ گو آج فجر سے پہلے تہجد سے پہلے مجھے ذہن میں نہیں آیا کہ یہ شاید وہی صاحب ہوں جو اس واقعہ میں شامل تھے۔ مَیں نے امیر صاحب سے بھی تصدیق کی ہے، یہاں آتے ہوئے، وہ بھی کہتے ہیں کہ اُن کو بھی نہیں معلوم کہ اور کوئی صاحب جو خدام کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں، ان کا نام جوّاد تھا۔ پھر یہ وہی ہوں گے۔ تو اُسی وقت تہجد میں ہی میری طبیعت میں یہ رَو خیالات کی چلی کہ کیوں نہ مَیں نے اُس وقت جب انہوں نے مجھے دُعا کے لئے کہا تھا انہیں سینے سے لگا لیا۔ کیوں نہ اُن کے چہرے کو پیار کیا۔ کیوں نہ انہیں یاد دلایا کہ جنتیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ جنت میں جو کچھ تم چاہو گے وہ ملے گا، جو مانگو گے وہ دیا جائے گا۔ تو کیوں نہ مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں آپ سے پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں آپ کے لئے جیسے آپ نے کہا ہے۔ دعا کرتا رہوں گا۔ آپ بھی میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ جنت میں پہنچیں تو اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کرتے رہیں کہ مجھے بھی آپ کے ساتھ وہاں ملا دے۔ اُن کے متعلق اُن کی والدہ عزیزہ امۃ الحی سے بھی معلوم ہوا اور بھی جو حالات معلوم ہوئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حد درجہ کا عشق تھا ؎ از شرابِ شوقِ جاناں بے خودے

ان کی والدہ کی روایت ہے کہ تہجد میں بہت چلّاتے تھے۔ بہت زاری کرتے تھے۔ بڑی بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کے سامنے مناجات کرتے تھے۔ تو والدہ نے بعض دفعہ کہا بھی کہ اتنا شور کیوں مچاتے ہو تہجد میں۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے مجبور ہوں۔ مَیں روک نہیں سکتا۔ اس پر مجھے ایک شعر یاد آیا۔ شاعر تو اپنے اپنے لحاظ سے واقعات کے متعلق کہیں۔ ایک دردِ دل رکھنے والا اپنی تعبیر کر لیتا ہے ؎

گفتمش ـــــ گویا ماں نے اُن سے کہا ؎

گفتمش در عینِ وصل ایں غوغا و فریاد چیست

کہ تم تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور خود گویا نماز میں کھڑے ہونا۔ خدا تعالیٰ کے سامنے۔ اللہ کے حضور میں وصل ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو یہ توفیق، یہ درجہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نظر آتا ہے ؎

گفتمش در عینِ وصل ایں غوغا و فریاد چیست

کہ اس حالت میں کیوں تم اتنا چلّاتے ہو ؎

گفت مارا جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

کہ میں اللہ تعالیٰ کے حسن اور احسانات کی یاد برداشت نہیں کر سکتا۔ گویا ان کی یہ حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مناجات کرتے تھے ؎

اے خداوندِ من گناہم بخش | سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم | پاک کن از گناہِ پنہانم
دل ستانی و دل رُبائی کن | بہ نگاہے گرہ کشائی کن!
در دو عالم مرا عزیز توئی | وانچہ میخواہم از تو نیز توئی۔

مجھے تو تُو ہی چاہیئے۔ تو ہی میرا محبوب ہے۔ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ کا نچوڑ ؎

ایں چنیں باید خدارا بندہٗ | سر بپۂ دل دار خود افگندہٗ

تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی اور اُن کے ساتھیوں کی بھی سُن لی۔ کہ جو دل خدا تعالیٰ کے لئے اتنا تڑپے ہوں تو یہ تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف محبت اور شفقت اور دلداری کے ساتھ توجہ نہ کرے۔ حدیث میں تو آتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت میں۔ اپنی رحمت میں یہی فیصلہ فرمایا کہ — ایک لحظہ، اس سے زیادہ نہیں، ایک لحظہ کی تکلیف تمہیں دونگا اور تم میری گود میں پہنچ جاؤ گے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ظاہر سے تو عذاب نظر آتا ہے۔ اور باطن میں اس کے رحمت ہوتی ہے — ہمیں تو یہ اتنا ہی نظر آتا ہے اور آیا کہ ایک کڑک، ایک چمک، نہایت تکلیف دہ اور جان لیوا تھی۔ لیکن وہ اس کی رحمت کے دروازے کا کھلنا تھا۔ اور کوئی دیر نہیں لگی۔ مومن کی تو حالت یہی ہونی چاہیئے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔ حافظ کا شعر ہے ؎

ایں جانِ عاریت کہ بامن سپرد دوست | روزِ رخش بہ بینم و تسلیم وہ کنم

ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے چہرے کی چمک دکھلائی۔ انہوں نے جان سپرد کر دی۔ یہ پیالہ ہے تو سخت۔ لیکن جو پی لے، اس کے لئے پھر آگے رحمت ہی رحمت اور جنّت ہی جنّت ہے۔ دیکھو۔ انسانی تعلقات میں اگر ایک شخص کو دوسرے شخص کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کا چہرہ سامنے آجانے سے یا اس کے چہرے کا عکس دیکھنے سے کس قدر اُس کا دل خوشی سے اچھلتا ہے۔ تو اگر کسی پیالے کے پینے سے محبوب نظر آسکے یا اس کا عکس نظر آسکے۔ تو اس پیالے کا پینا خواہ وہ کتنا ہی کڑوا ہو کوئی مشکل بات نہیں۔ لیکن جہاں محبوب وہ ہو جس کا حُسن اور احسانات بے انتہا، کبھی نہ ختم ہونے والے، جو ہر چیز پر قادر، جس نے زندگی بخشی اور وہی جب چاہتا ہے موت بھی بھیجتا ہے — ایسا محبوب جب ہو تو اس کے چہرے کے دیکھنے کے لئے اگر موت کا پیالہ بھی پینا

پڑے تو یہ بڑا سستا سودا ہے۔ انہوں نے پیا۔ خوشی سے پیا۔

مجھے ایک واقعہ اپنا یاد آتا ہے۔ گو اس کی کوئی مشابہت یا قدر کے لحاظ سے اس واقعہ کا کوئی قرب بھی اس کو نہیں۔ لیکن ایک جھلک اس میں تھی اس قسم کی ــــ بڑا عرصہ ہوا مجھے ایک تکلیف کی وجہ سے اپریشن کرانا پڑا ہسپتال میں تھا۔ کلوروفارم دیا گیا۔ بے ہوشی سے واپس آ رہا تھا ہوش کی طرف۔ تو معلوم ہوتا ہے میرے آنسو نکلے۔ تو دو تین دوست میرے پاس تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ "درد ہوتا ہے۔ رو رہے ہو"۔ تو میں ابھی نیم ہوش میں تھا۔ پوری ہوش میں نہیں تھا۔ میں نے سر ہلایا "نہیں"۔ پھر انہوں نے کہا۔ مجھے ہمیشہ تعجب آتا ہے کیونکہ سوال ہی عجیب تھا۔ کہ "بے ہوشی میں رو رہے ہو"۔ اگر میں بے ہوشی میں رو رہا تھا تو کس طرح کہہ سکتا تھا کہ میں بے ہوشی میں رو رہا ہوں۔ بہرصورت ان کا یہ سوال تھا کہ "بے ہوشی میں رو رہے ہو"۔ میں نے کہا۔ "نہیں۔ ہوش آنے پر رو رہا ہوں"۔ اور اس پر میں نے کہا ؎

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم　　٭　　اے بے خبر ز لذّتِ شربِ مدام ما

اور حقیقت یہی تھی کہ جب کلوروفارم دیا گیا تو اُس وقت طبیعت میں احساس یہی تھا کہ اب دنیا سے خلاصی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اب اپنے پاس ہی رکھے۔ پھر جب ہوش آنا شروع ہوا تو پھر دل میں یہ بے چینی اور بے قراری کہ پھر واپس آگئے یہاں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بے ہوشی میں کوئی جھلک ایسی آگئی تھی کہ میں نے کہا "ہوش آنے پر رو رہا ہوں"۔

؎ ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم　　٭　　اے بے خبر ز لذّتِ شربِ مدام ما

کہ جس کو خدا تعالیٰ ہی نظر آجائے اُس نے اور اس سے زیادہ کیا لینا ہے۔ تو ہم۔ ہمارے دل۔ آنکھیں بہتی ہیں۔ ہمارے دل غمگین ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے صاحبزادے کی وفات پر۔ لیکن ہم منہ سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو پسند نہ ہو۔ گو جیسا آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے ابراہیم! تیری جدائی سے بے شک ہم مغموم ہیں۔ جیسے میں نے بھی پڑھا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ والی آیت کے بعد ــــ

اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ ــ آنکھ بہتی ہے

وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ ــ اور دل غمگین ہے۔

وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِهٖ رَبُّنَا ــ لیکن ہم کوئی ایسی بات منہ سے نہیں نکالتے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو۔

وَاِنَّا بِفِرَاقِكُمْ یَا اَحِبَّاءُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

اور اے ہمارے محبوبو! ہم تمہاری جدائی سے بے شک غمگین ہیں۔

اب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے دلوں میں ایک جذبہ رکھا ہے۔ وہ انسان نہیں جس کے دل میں درد نہیں ــــ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے نواسوں میں سے ایک کے ساتھ پیار کر رہے تھے تو ایک

بدوی بھی مجلس میں موجود تھا۔ اس نے کہا " یا رسول اللہ آپ اپنے بچوں سے بھی پیار کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا " ہاں کرتا ہوں "۔ اس نے کہا " میرے تو اتنے بچے ہیں۔ میں نے تو کبھی ایک کے ساتھ بھی پیار نہیں کیا "۔ آپ نے فرمایا۔ " اگر اللہ تعالیٰ نے تیرا دل سخت کر دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں "۔ ـــ تو یہ جذبات خدا تعالیٰ کے ہی عطا کردہ ہیں۔ کیونکہ انسان انسان نہیں اگر دوسرے اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ اسے محبت نہ ہو۔ علیٰ قدر۔ جیسے جیسے اُن کا حق ہو۔ جیسے جیسے اُن کی خوبیاں ہوں۔ بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ لفظ " انسان " خود معنی اس کے ہیں " اُنسین "۔ " دو محبتیں " ایک بندے کی خدا تعالیٰ کے ساتھ اور ایک خدا تعالیٰ کی بندے کے ساتھ ـــ تو یہ حالت ہمارے دلوں کی ہے اور ہم اس پر کسی قسم کا کوئی افسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو ایسا بنایا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے درد میں شریک ہوتے ہیں اور یہ بات صرف لفظوں کے کہنے کی نہیں۔ یہ امر واقعہ ہے۔ یہ خود ایک نشان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا کہ اس نے اپنی نعمت سے اپنے انعام سے، ہمیں ایسا بھائی بھائی آپس میں بنایا ہے کہ حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ہمیں درد ایک دوسرے کا ہے۔ ہے اور ہونا چاہیئے ـــ اب ان کے لئے تو ہم دعائے مغفرت ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت العلیاء میں جگہ دے۔ اور ان کے درجات کو متواتر بلند فرماتا چلا جائے ـــ پھر ہمیں ہمدردی ہے ان کے اعزہ اور اقرباء کے ساتھ۔ ہمیں پوری ہمدردی ہے۔ جہاں تک ہو سکے ہمیں ان کے منہ پر۔ رُو برو بھی اس ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ یہ بھی محبت کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ ہے ـــ پھر جو ہمارے بس میں ہو، اُن کے غم کو کم کرنے کی بات، وہ بھی ہمیں کرنی چاہیئے ـــ جو کوئی مدد ہم اُن کی کر سکتے ہیں۔ اُن کی اور ظاہر احمد کے بیوی اور بچوں کی بھی، وہ بھی ہمیں کرنی چاہیئے اور انشاء اللہ ہم کریں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کسی قسم کی کوتاہی اس میں ہماری طرف سے سرزد نہ ہو ـــ

لیکن بے شک یہ کیفیت ہمارے دلوں کی ہے۔ بے شک یہ قدر ان محبوبوں کی ہمارے دل میں ہے۔ اور تھی۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے وفادار، مخلص اور سچے خادم تھے۔ سلسلہ کے خادم تھے۔ بہت سلسلہ کی بہت خدمت کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔ اس سے بڑھ کر نہیں تھے۔

ہاں۔ میں نے کہا تھا کہ میں ایک آدھ اشارہ دوسروں کی طرف بھی کروں گا ـــ اعجاز ـــ خواجہ اعجاز احمد۔ اُن کا بڑا دوستانہ میرے بڑے نواسے کے ساتھ تھا۔ محمد کے ساتھ۔ وہ انگلستان میں ہے۔ ہم نے انہیں ابھی اس دل کو ہلا دینے والی خبر کی اطلاع نہیں دی۔ میں چونکہ پرسوں خود جا رہا ہوں لندن۔ پہلے ہی سے میرا پروگرام تھا۔ میں خود اس کو بتاؤں گا۔ تاکہ جو اس کے دل پر کیفیت اس وقت وارد ہو۔ اس کو تسلی دینے کے لئے میں اس کے پاس موجود ہوں ـــ دونوں نے اکٹھے وصیت کی تھی اور بھی چار پانچ نے، جو اُن کے ہم جولی تھے ـــ

تو دیکھو یہ اللہ تعالیٰ نے کیسا رحم کیا کہ چھوٹی عمر میں وصیت کی اور اُن کی نعش کو حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اُن کی لحد میں اتارا۔ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر کس قدر ہوں گی۔ کتنی ہوں گی۔ ہم اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

اس کے متعلق بھی ایک بات بیان کر دیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی بات سید عبدالقادر جیلانی رح کے متعلق پیش ہوئی کہ "یا عبدالقادر" کہہ کر دُعا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ دُعا تو جائز نہیں۔ لیکن تم جو "یا عبدالقادر" کہتے ہو تو فلاں فلاں فرقہ کے پیرو تو حضرت عبدالقادر جیلانی رح کو یقینی طور پر بہشتی بھی نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ کے سوا یقینی طور پر بہشتی کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے تو بہت جائیں گے۔ لیکن یقینی طور پر بہشتی کوئی نہیں۔ تو آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کیا خیال کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں تو یہی یقین رکھتا ہوں کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رح یقینی طور پر بہشتی تھے کہ کیسے؟ تو آپ نے وہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے صحابہ میں۔ تو ایک جنازہ گزرا۔ تو صحابہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہ نے کہا۔ "بڑا نیک، بڑا صالح خدا کا بندہ تھا" تو آپ نے فرمایا "وَجَبَتْ" دوسرا حصّہ دوسری طرف کا ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو بعد میں صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا "وَجَبَتْ" کیا واجب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگوں نے کہا۔ تم نے یہ شہادت دی کہ یہ نیک تھا، صالح تھا۔ خدا تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو جنّت واجب ہو گئی اس کے لئے۔ مومنوں کی شہادت تھی ان کے متعلق۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تو چند صحابہ ہوں گے۔ اِن کے متعلق کتنے لاکھوں کی یہ شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے عاشق تھے۔ خدا تعالیٰ کے عشق میں انہوں نے جان دی۔ تو "وَجَبَتْ" یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے اور رحم کے ماتحت جنّتی ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی گود میں ہیں۔ لیکن تھے انسان۔ ان میں کوئی خدائی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے خادم تھے۔ بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے چاہتا ہے وہ کرتے تھے۔

تو اب دوسرا حصّہ جذبات کا ہے اتنے قیمتی وجود تھے۔ اب کیا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی قیمتی وجود دُنیا میں کبھی نہیں ہُوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے۔ پھر کیا ہُوا۔ وہی ہوگا جو ازل سے اللہ تعالیٰ نے لکھ چھوڑا ہے کہ ہوگا

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پر یہ فرض قرار دیا ہُوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب آئیں گے۔ وہی

ہو گا۔ اگر ایک جوڑا ہاتھوں کا اس مشعل کو اٹھائے ہوئے جو احمدیت کہلاتی ہے۔ کسی وجہ سے، بیماری سے یا موت کے ذریعہ سے، اس مشعل کو اسے مجبوراً چھوڑنا پڑا ہے تو اس کی جگہ کئی اور جوڑے ہاتھوں کے کھڑے ہو جائیں گے اور اس مشعل کو اٹھا لیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں ایمان اور اخلاص کو قائم رکھے گا خلاء ہونا ہے۔ یہ صحیح بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو پُر کر دیتا ہے۔ پہلے سے بہتر پُر کر دیتا ہے۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہما دونوں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد فوت ہو گئے تھے۔ چند مہینے تھے درمیان میں۔ تو اس وقت جماعت کے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ "دو اتنے بڑے عالم گزر گئے ہیں۔ جلدی ایک دوسرے کے بعد۔ اب کیا ہو گا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسا خیال کرنا شرک ہے۔ خدا تعالیٰ کے کام کسی خاص بندے پر منحصر نہیں۔ وہ جب ایک بندے کو بلا لیتا ہے تو اس کی جگہ اور کھڑے کر دیتا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق استوار کریں اور استوار رکھیں۔ جو مثالی ان وفات شدگان کی سامنے ہے۔ وہ ہمارے دلوں کو پگھلاتی رہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود رکھے کہ یا اللہ! تو ہمیں بھی ایسا بنا۔ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بنا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کے درجوں کی کوئی انتہا نہیں۔ جن لوگوں کے سپرد اب وہ کام ہوئے ہیں، جو وہ کیا کرتے تھے۔ وہ بھی دعاؤں میں مصروف رہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے کوئی کام انسان نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ غنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر ساری جماعت مجھے چھوڑ دے تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کا کام ہے، وہ خود کرے گا۔ وہ اپنے فرشتے بھیج دے گا۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ اگر ایک تم میں سے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک اور جماعت کھڑی کر دے گا۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ۔

وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والا ہو گا۔ تو اگر ایک شخص جو مرتد ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک جماعت قائم کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے تئیں دلدادہ عاشق جن کو وہ خود بلا لے ان کی جگہ بھی وہ کام کرنے والے پیدا کرے گا۔

سو دعاؤں میں لگے رہو۔ اپنے کردار کی دیکھ بھال میں لگے رہو کہ جہاں جہاں خامیاں ہیں، ان کو دُور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہو کہ وہ اپنے عشق کی چنگاری ہم سب کے دلوں میں روشن کرے ہمیں اپنا قرب عطا کرے۔ ہمارا جب وقت آئے اُس کی رحمت کے دروازے ہم سب کے لئے واگزار کھلے ہوئے ہوں۔ باقی جو آیا ہے، اُس نے جانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی سادگی سے فرمایا ہے

اندریں رہ در بہ سر بسیار نیست ؛ جاں بخواہد دادنش دشوار نیست

وہ تو ثابت کر گئے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ اس رستے میں یعنی اللہ تعالیٰ کے رستے میں زیادہ دردسری نہیں کرنی پڑتی۔ کیا مانگتا ہے؟ جان ہی تو مانگتا ہے نا! جان تو دے دیں گے ہم اُس کی راہ میں۔ لیکن مَیں نے اپنے ایک عزیز سے کہا کہ دیکھو! کیسی سادگی سے فرمایا ہے کہ جان ہی مانگتا ہے۔ جان دینا کیا مشکل ہے۔ واقعی جس نے اللہ تعالیٰ سے لو لگائی ہو، اس کے لئے جان دینا کیا مشکل ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ ایک بار مانگ لے اور لے لے تو یہ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ لیکن ہر لحظہ مانگتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ ہر لحظہ مانگتا ہے اور ہر لحظہ انسان کو تیار رہنا چاہیئے۔ کہ لے لو۔ تم ہی نے دی تھی۔ تم واپس مانگتے ہو۔ واپس لے لو ـــــ سو ان سے تو ایک ہی بار مانگ لی، تھوڑے عرصہ خدمت کے بعد۔ ان کی خدمت تو بڑی قبول ہو گئی۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتے تھے۔ کیا اجر اس سے زیادہ ہو سکتا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جیسے مَیں نے کہا ہے کہ درد اور غم اور ہمدردی اور محبت۔ یہ تو انسان کے دل پہ رحمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی، جو اس نے عطا کی ہیں۔ اُس میں بھی شرط ہے کہ غم کا اظہار کسی ایسے طریق میں نہ ہو، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ہر چیز کی ایک حد ہے۔ بس اس حد کے اندر ہی رہنی چاہیئے بات۔ اور ہر بات سے انسان کو ایک سبق سیکھنا چاہیئے اور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اس سے ہمیں یہ فائدہ اٹھانا چاہیئے کہ ہم ان کی یاد کو تازہ رکھیں اپنے دلوں میں اور وہ ہمارے دلوں کو پگھلایا کرے۔ خصوصاً اس وقت جب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز میں یا نوافل میں مناجات کر رہے ہوں ـــــ یہ ایک تحریک دُعا کی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کے دل پر خود مرہم رکھے۔ ان کے غم میں ان کا شریک ہو۔ ان کی حاجت روائی فرمائے۔ اُن کو ان کے انجام کی اور جو اس کی رحمتیں ان پہ ہیں، اُس کی خوش خبریاں دے۔ یہ بھی اس کی قدرت کے اندر ہے۔ مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ ختم کرنے والا تھا لیکن مجھے یاد آ گیا یہ واقعہ ـــــ

جب میرے والد صاحب فوت ہوئے تو اوّل تو میرا خیال تھا کہ میری والدہ صاحبہ اور ان کا آپس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا اتحاد اور اتنی یگانگت تھی کہ والدہ بھی بس چند دن کی مہمان رہ جائیں گی۔ لیکن انہوں نے بڑے حوصلے سے کام لیا۔ بڑے صبر سے کام لیا۔ عورتیں آ گئی تھیں۔ یہیں لاہور میں فوت ہوئے تھے۔ اُن کو بیٹھے ہوئے ان کی بیماری کے حالات وغیرہ بڑی بشاشت کے ساتھ بتاتی رہیں دو تین بار میں گیا۔ دبے پاؤں، تو مَیں نے دیکھا کہ تیار ہی تھیں۔ خیر جنازہ تیار کیا۔ اور نماز جنازہ کے بعد مَیں نے کہا کہ چلیں اب چہرہ دیکھ لیں۔ تو وہاں کھڑے ہو کر انہوں نے کچھ تو دُعا کی اور پھر کہا کہ "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ مجھے آپ کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ لیکن اگر کوئی پہنچی ہو تو مَیں اللہ

تعالیٰ کی خاطر آپ کو معاف کرتی ہوں۔ اور میری جو کوتاہیاں اور خامیاں تھیں۔ ان کی معافی میں اللہ تعالیٰ سے طلب کر دوں گی" میری والدہ پر بڑی باریک باریک راہیں جو تقویٰ کی تھیں اور شرک سے بچنے کی تھیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے واضح تھیں ـــــ عین اُس وقت میں بھی جب انسان کا دل غم میں بہت مبتلا ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ تمیز کی کہ میں تو اُن کو اس وقت معاف کر سکتی ہوں اور یہ مجھے معاف نہیں کر سکتے۔ یہ معافی میں اللہ تعالیٰ سے طلب کر دوں گی۔

لیکن یہ نہیں تھی وہ بات جو میں نے کہنی تھی۔ وہاں بھی بشریت کے تقاضے سے یہ بات اُن کے مُنہ سے نکل گئی کہ "اچھا اللہ تعالیٰ کے سپرد، وہ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے اور ہمیں اپنی حالت سے خبر دینا"۔ مجھے یہ خیال بھی آیا کہ والدہ نے یہ بات کہی ہے۔ لیکن خیر۔ والد صاحب کی تدفین سے فارغ ہو کر قادیان سے ہم نے جانا تھا اپنے گھر ڈسکہ۔ اور وہاں ماتم کرنے والے آنے والے تھے۔ تو والدہ نے کہا کہ سفر کا پروگرام اس طرح بنانا کہ ڈسکہ پہنچنے کے قریب ظہر کی نماز کا وقت ہو اور میں راستے ہی میں وضو کر لوں۔ اور جب گھر پہنچوں تو فوراً نماز میں کھڑی ہو جاؤں تاکہ جو عورتیں آئیں وہ دیکھیں کہ میں نماز میں کھڑی ہوں تو کوئی واویلا وغیرہ نہ کریں۔ (اُس وقت ہمارے ہی ایک دو خاندان احمدی تھے۔ باقی ہمارے گاؤں میں اور احمدی نہیں تھے۔) تو پھر وہ صبر سے بیٹھ جائیں گی تو میں ان کو بتا دوں گی۔ ایک عورت آئی والدہ کو ملنے کے لئے۔ اُس نے کہا کہ کل مجھے شدت کا تپ تھا اور میں اس میں یا بے ہوش ہو گئی یا سو گئی تو مجھے بابا جماں نے کہا (وہ ہماری زمینوں کا انتظام وغیرہ کرتے تھے اور وہ عورت احمدی نہیں تھی) کہ چلو۔ میں تمہیں قادیان لے چلوں۔ میں اس کے ساتھ اپنی خواب میں چلی گئی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بڑا باغ ہے۔ باغ کے اندر ایک بڑا محل مجھے نظر آیا۔ اس کے اندر میں چلی گئی۔ وہاں میں نے چودھری صاحب کو دیکھا کہ بیٹھے ہیں قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور ایک نوجوان عورت پاس بیٹھی ہے یا پنکھا ہلا رہی ہے یا پاس بیٹھی ہے تو انہوں نے مجھ سے کہا میرا نام لے کر کہ اس کی والدہ کو میرا یہ حال بتا دینا اور کہہ دینا کہ میں بڑا خوش ہوں ـــــ تو اِدھر والدہ نے اور اُدھر اُس عورت کو جس کو کچھ خبر ہی اس بات کی نہیں تھی، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اُن کی خواہش پوری کر دی ـــــ والد صاحب کی وفات سے قبل انہوں نے خواب میں دیکھا تھا اور مجھے منگل کی صبح کو بتایا تھا کہ یہ جمعہ کے روز صبح کو فوت ہو جائیں گے۔ اس وقت بھی کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے والد میز پر بیٹھے ہوئے کام کر رہے ہیں۔ جیسے کوئی جلدی جلدی کام ختم کرنا چاہتا ہے تو شکر اللہ خان نے کہا (میرے بھائی نے) کہ ایک لڑکی وہاں بیٹھی ہوئی ہے، جوان، آپ جا رہے ہیں تو اس کو ساتھ لیتے جائیے تو والد صاحب نے کہا "ابھی مجھے تو جمعہ کے دن چھٹی ہوگی"۔ تو والدہ نے کہا، "جمعہ کے دن چھٹی ہوگی کہہ رہے ہیں۔ جمعہ شروع ہوا اور یہ گئے"۔ تو خیر اس وقت بھی عورت تھی اور اس عورت نے بھی اپنی خواب میں ایسا ہی بتایا۔ بعد میں مجھے والدہ نے بتایا کہ میرے دل میں

خیال پیدا ہوا کہ یہ تو ہوا۔ خیر اللہ تعالیٰ نے بڑا اچھا سلوک کیا ہے۔ رحمت سے اپنی جگہ دی ہے جنّت میں۔ لیکن یہ عورت کیا موجود تھی اس وقت ــــ اب بھی موجود ہے وہاں ــــ میری ایک خالہ آئیں افسوس کرنے۔ تو انہوں نے کچھ باتیں کیں۔ انہوں نے بھی کہا کہ بہن! میں نے خواب میں دیکھا بھائی کو۔ وہ اس اس طرح ہیں۔" وہی حالت قریبًا جو اس عورت نے بیان کی تھی اور یہ بھی کہ وہاں ایک لڑکی بھی تھی اور انہوں نے کہا کہ "ظفر اللہ خان کی والدہ سے کہہ دینا کہ یہ لڑکی تو میری خدمت کے لئے ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔ تو اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے ویسے پس ماندگان کی بھی تسلّی کرتا ہے۔ اُن کو خبریں بھی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اِن نہایت ہی پیارے، محبوب، ہمارے دلوں سے، ہماری محبّت کے مورد نوجوانوں کو، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلا لیا ہے، اُن کے والدین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو، اُن کے دل کو تسلّی اور خوشی بہم پہنچائے۔ یہ سب اُس کے اختیار میں ہے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اُن کی مثال سے سبق سیکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو بھی اسی طور پر ڈھالیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ

مجھے بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں۔ پچھلی بار میں مقبرہ بہشتی گیا تو وہاں چلتے ہوئے بھی کوئی خاتون تھیں، ساتھ اُن کے کوئی بچہ بھی تھا۔ انہوں نے کہا "چودھری صاحب! دعا کریں میرا یہ بچہ آپ کی مانند ہو جائے"۔ مَیں نے کہا۔ "توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ توبہ۔ اللہ تعالیٰ سے مانگتی ہو اور اتنی کم چیز مانگتی ہو کہ میرے جیسا ہو جائے۔ یہ مانگو کہ میرے سے ہزاروں درجہ بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے خدا تعالیٰ کے آگے کوئی کمی نہیں ہے۔ اُس سے کم نہیں مانگنا چاہیئے" ــــ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اُس کی رضا کے رستوں پر چلنے والے ہوں اور جیسے جیسے ہمارا وقت آتا چلا جائے، ہمیں وہ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔ اور آگے ہماری جو نسلیں آنے والی ہوں، اُن کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ مشعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روشن کی تھی اور پھر صدیوں کے عرصہ میں کچھ مدہم ہو گئی اور پھر اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر سے جلا دی اور اللہ تعالیٰ نے اب اُس کو ہمارے سپرد کیا ہوا ہے۔ اُس مشعل کو ہمارے بعد میں آنے والے روشن رکھیں اور روشن تر بناتے چلے جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پوری ہو اور لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ کا نظارہ تمام دُنیا دیکھ لے۔

قرارداد ہائے تعزیت

۱۸ مارچ ۱۹۸۰ء کو شہید ہونے والے قیادت لاہور کے تین خدام کی المناک شہادت پر جملہ مجالس خدام الاحمدیہ نے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ اور اس طرح قیادت ملتان شہر و ضلع شیخوپورہ۔ ٹاٹا پور نیلا گنبد۔ لجنہ اماء اللہ لاہور شہر اور گنج مغلپورہ لاہور اور ضلع گوجرانوالہ و گجرات اور ربوہ کے ہاکی و باسکٹ بال کے کھلاڑیوں کی قرارداد ہائے تعزیت ادارہ کو موصول ہوئی ہیں۔

مبلغ اسلام، جید عالم اور سلسلہ کے مخلص خادم
حضرت مولانا محمد صادق سماٹری صاحب کی وفات

مورخہ ۲۰ امان ۱۳۵۹ ہش بمطابق ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء بوقت ۶ بجے شام حضرت مولانا محمد صادق صاحب سماٹری سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ایک عرصہ سے دردِ گردہ کے مریض تھے۔ چند دن ہوئے طبیعت سینہ میں درد کی وجہ سے علیل ہو گئی۔ ۲۰ مارچ کو ۱۰ بجے صبح اچانک دل کا دورہ پڑا اور نمازِ مغرب سے کچھ پہلے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بقضائے الٰہی رحلت فرما گئے۔ اگلے روز نمازِ مغرب سے نصف گھنٹہ قبل حضور ایدہ اللہ نے مسجد مبارک میں نمازِ جنازہ پڑھائی اور نمازِ مغرب کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا محمد صادق صاحب مرحوم ۱۹۰۹ء میں بمقام کنجاہ ضلع گجرات پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے والد ماجد برکت اللہ صاحب چغتائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کنجاہ میں ہی حاصل کی۔ اور چوتھی جماعت میں آپ کو والد ماجد نے حصولِ تعلیم کی خاطر محترم مولانا امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ آف گولیکی کے سپرد کر دیا دو سال میں آپ نے محترم مولانا صاحب موصوف سے قرآنِ کریم مع ترجمہ سیکھا اور ابتدائی تعلیم بھی حاصل کر لی۔ پھر مولانا صاحب ہی آپ کو قادیان لے گئے۔ قادیان میں آپ محترم قاری غلام یٰسین صاحب کے گھر میں رہائش رکھتے تھے۔ اور بارہ برس کی عمر تک قاری صاحب سے ہی دینی تعلیم حاصل کی۔ اور ۲۲-۱۹۲۱ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ محترم قاری صاحب کی خاص توجہ کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ایک سال میں دو کلاسیں بھی پاس کیں۔ اور اس طرح سے ۱۹۲۸ء میں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مدرسہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہم جماعت ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔ مدرسہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اجازت سے محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ (مرحومہ) بنت محترم قاری غلام یٰسین صاحب سے شادی ہو گئی

آپ کی مجاہدانہ تبلیغی زندگی کا آغاز ۶ نومبر ۱۹۳۰ء سے ہوا جبکہ آپ سماٹرا کیلئے روانہ ہوئے۔ اور ۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو واپس تشریف لائے۔ دوسری مرتبہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۸ء کو آپ مع اہلیہ پھر سماٹرا تشریف لے گئے اور ۱۵ اپریل ۱۹۴۶ء تک وہاں مقیم رہے اور تیسری مرتبہ ۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ربوہ سے سنگاپور اور ملایا کے لئے روانہ ہوئے۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق

"شہید کا پیغام"

(ح - م - احمد کے قلم سے -)

اُحد کا میدان ہے گھمسان کا رن پڑ رہا ہے۔ سردارانِ مکہ کی عورتیں اپنے مردوں کو جنگ میں بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے شور مچا مچا کر جوش دلا رہی ہیں۔ وہ انہیں بدر کے مقتولین کا واسطہ دے کر میدان میں ڈٹے رہنے کی تلقین کر رہی ہیں۔ کہیں زخمیوں کی چیخ و پکار کی آوازیں ہیں تو کہیں جنگ لڑنے والے سالاروں کی صدائیں — ڈھول پیٹے جا رہے ہیں۔ تلواروں کی جھنکار ہے — تیروں کے کمانوں سے نکلنے کا شور ہے — سواریوں کے بدکنے اور جانوروں کے زخمی ہو کر آوازیں نکالنے کا غل ہے — تحسین کے نعروں اور نعرہ ہائے تکبیر سے فضا گونج رہی ہے۔ کہیں میدان جنگ میں زخمی نڈھال ہو کر گرتے نظر آتے ہیں۔ تو کہیں سر کٹتے دکھائی دیتے ہیں — بہادر اور جانباز، جنگجو اور مجاہد — دادِ شجاعت دے رہے ہیں — ایک طویل معرکہ کے بعد میدان لاشوں سے اٹا پڑا ہے — دونوں لشکر اپنے زخمیوں اور مقتولین کی خبر گیری کرتے پھر رہے ہیں۔

خدا کا پیارا رسولؐ خود زخموں سے نڈھال ہے — آپ کے دندانِ مبارک اس جنگ میں شہید ہوئے اور چہرہ پر بھی زخم آئے اور بہت خون نکلا۔ اسی حالت میں بھی اس عظیم سپہ سالار کو اپنے سپاہیوں کا خیال ہے — اپنے جانثار صحابہ کی فکر دامنگیر ہے — آپ صحابہ کو بار بار بھیجتے ہیں کہ فلاں صحابی کا پتہ کرو — فلاں کا حال معلوم کر کے آؤ — کون زندہ ہے — کون بچ رہا ہے اور کون کس حال میں ہے؟ اسی اثناء میں حضورؐ نے فرمایا — "کوئی ہے جو جا کر سعد بن ربیعؓ انصاری کا پتہ کرے کہ ان کا کیا حال ہے؟ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے؟ کیونکہ میدانِ جنگ میں لڑائی کے دوران میں نے دیکھا تھا کہ ان پر تیروں کی زبردست بوچھاڑ ہو رہی تھی"۔ اس پر بعض صحابہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی "اے خدا کے رسول ہم حاضر ہیں"۔ ان میں ابی بن کعبؓ، محمد بن مسلمؓ اور زید بن حارثہؓ شامل تھے — حضورؐ نے انہیں فرمایا "میدانِ جنگ میں سعد بن ربیعؓ کو جا کر تلاش کرو۔ اگر انکو زندہ حالت میں پاؤ تو انہیں کہو کہ خدا کا رسول تمہیں سلام کہتا ہے — اور یہ بھی کہنا کہ رسول اللہؐ پوچھتے تھے آپ کا کیا حال ہے؟"

یہ صحابی کہتے ہیں ہم میدانِ جنگ میں سعدؓ کی

تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ میدان میں لاشوں کے انبار تھے۔ ایسے میں کسی کو پہچاننا اور تلاش کرنا کارے دارد تھا۔ اس لئے ہم ان لاشوں کے ڈھیر میں سے گزرتے ہوئے بلند آواز سے یہ کہتے جاتے تھے۔ اے سعد بن ربیع۔ اے سعد بن ربیع تم کہاں ہو!۔ لیکن ہمیں کوئی جواب نہ ملا۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ تب میں نے کہا اے سعد! خدا کے رسولؐ نے تمہیں یاد کیا ہے اور مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کا حال معلوم کروں۔ اسی لمحہ لاشوں کے انبار میں ایک لاشے میں حرکت پیدا ہوئی۔ یہ حضرت سعدؓ تھے۔ انہوں نے بڑی نحیف اور کمزور آواز کے ساتھ جواب دیا کہ میں ادھر ہوں۔ صحابی نے جا کر سعد کو رسول اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور حال پوچھا۔ سعد نے کہا۔ "مجھے بارہ ۱۲ تیر لگے ہیں اور بڑی کاری ضربیں ہیں۔ جان کنی کا عالم ہے اور چند لمحوں میں اس عالم سے عالم اموات میں سفر کر جاؤں گا۔" مگر اس آخری وقت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلامتی کی دعا پا کر سعد کی ڈھارس بندھی۔ انہیں اپنی بیوی اور معصوم بچے اور ماں باپ کوئی بھی تو یاد نہ آیا۔ ان سب کو خدا کے سپرد کیا اور آخری لمحات میں یہ پیغام دیا کہ۔ "رسول اللہ کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ سعد کہتا تھا کہ خدا کے رسول! اللہ آپ کو ہماری طرف

تو جس جگہ ہو اور جس حال میں ہو کوشش کر تا کہ تو محب بن جائے اور عاشق بن جائے۔ اور جب محبت تیری ملکیت بن گئی تو ہمیشہ کے لئے محب بن گیا۔ قبر میں۔ حشر میں اور بہشت میں۔ جب تو نے گندم بوئی تو قطعی طور پر گندم ہی اُگے گی اور ڈھیر میں گندم ہی ہو گی۔ اور تنور میں بھی گندم ہی ہو گی۔

(ملفوظات رومی)

سے بہت بہتر بدلہ دے۔ ہاں! ایسی اعلیٰ جزا دے جو کسی امت کے نبی کو نہ ملی ہو۔ اور ہاں! میری قوم کو بھی میرا سلام پہنچانا اور کہہ دینا کہ سعد بن ربیع آخری وقت میں تمہیں یہ پیغام دے گیا ہے کہ میں خدا کو اُس معاہدہ پر گواہ ٹھہراتا ہوں جو تم نے مکہ میں عقبہ کی گھاٹی میں رات کے وقت کیا تھا۔ تمہیں خدا کا واسطہ وہ عہد نہ توڑنا۔ خدا کی قسم! جب تک تمہارے اندر ایک شخص بھی زندہ موجود ہے۔ ایک جھپکنے والی آنکھ بھی باقی ہے۔ اگر خدا کے رسول کی طرف کسی دشمن کا ہاتھ بڑھا تو یاد رکھو قیامت کے دن خدا کے حضور تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہو گا۔"

یہ آخری الفاظ تھے جو سعدؓ کے منہ سے نکلے اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

اس صحابی نے شہید کا یہ پیغام رسول اللہ کو آکر سُنا دیا ۔ تو خدا کے رسول نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا ۔

" اللہ سعد پر بہت رحم کرے اس نے خدا اور اس کے رسول کی خیر خواہی اس وقت بھی کی جب وہ زندہ تھا اور مرتے دم بھی خدا اور رسول کو اس نے فراموش نہیں کیا "

بھائیو! یہ تھا ایک شہید کا پیغام جو مرتے دم اس نے اپنی قوم کو دیا تھا ۔ نہیں ۔ سعد کا یہ پیغام صرف انصارِ مدینہ کے نام نہیں ۔ صرف اپنی قوم کے نام نہیں ۔ ہر اس عاشق رسول کے نام ہے جو خدا اور اس کے رسول کا جھنڈا بلند کرنے کا عہد کرتا ہے ۔ جو صدقِ دل سے اسلام قبول کرتا ہے اور خدا کے رسول کے عہد بیعت میں شامل ہو جاتا ہے ۔ اے شہید اسلام ! آفریں صد آفریں ہے تجھ پر ۔ اے خوش بخت سعد ! ہزاروں ہزار سلام تیری روح پر ۔ آج چودہ سو سال بعد بھی اُحد کے دامن سے تیرے خونِ شہادت کی خوشبو آ رہی ہے اور ہاں ! تیرے اس "عظیم الشان پیغام" کی صدائے بازگشت بھی وادئ اُحد سے بدستور سنائی دے رہی ہے ۔ اور قیامت تک سنائی دیتی رہے گی ۔ اے کاش ! ہم بھی اس آواز پر کان دھریں ۔ اے کاش ! ہم بھی اس آواز پر لبیک کہیں ۔ اور خدا اور اس کے رسول اور دین اسلام کے لئے ہمارے دلوں میں بھی وہ درد تڑپ اور محبت پیدا ہو جائے جو اس فدائی کے دل میں تھی ۔ اور اے کاش ! ہم اس شہید کے پیغام کی لاج رکھنے والے ہوں ۔ !!!

اوصافِ قرآن کریم

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

(درثمین)

قرآن کریم کا بلند مقام

"پس اے دوستو! میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان خزانہ سے تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ دُنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ دُنیا کی تمام تحقیقاتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور دُنیا کی تمام سائنس اس کے مقابلہ میں اتنی حقیقت بھی نہیں رکھتی جتنی سورج کے مقابلہ میں ایک کرم شب تاب حقیقت رکھتا ہے۔ دُنیا کے علوم قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ قرآن ایک زندہ خدا کا زندہ کلام ہے اور وہ غیر محدود معارف و حقائق کا حامل ہے۔ یہ قرآن جیسے پہلے لوگوں کے لئے کھلا تھا۔ اسی طرح آج ہمارے لئے کھلا ہے۔ یہ ابوبکرؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ عمرؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ عثمانؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ علیؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ بعد میں آنے والے ہزارہا اولیاء وصلحاء کے لئے بھی کھلا تھا۔ اور آج جبکہ دُنیا کے علوم میں ترقی ہو رہی ہے یہ پھر بھی کھلا ہے۔ بلکہ جس طرح دنیوی علوم میں آجکل زیادتی ہو رہی ہے۔ اسی طرح قرآنی معارف بھی آج کل نئے سے نئے نکل رہے ہیں۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے اچھا تاجر پہلے اپنا مال مخفی رکھتا ہے۔ مگر جب مقابلہ آپڑتا ہے تو پہلے ایک تھان نکالتا ہے۔ پھر دوسرا تھان نکالتا ہے اور پھر تیسرا تھان نکالتا ہے اور یکے بعد دیگرے نکالتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تھانوں کا انبار لگ جاتا ہے۔ اسی طرح جب بھی دُنیا ظاہری علوم میں ترقی کر جانے کے گھمنڈ میں قرآن کا مقابلہ کرنا چاہے گی۔ قرآن اپنے ماننے والوں سے کہے گا۔ میاں ذرا میرے فلاں کمرہ کو تو کھولنا۔ اسے کھولا جائے گا۔ تو دنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ کے ہی ہیچ ہو کر رہ جائیں گے۔ پھر ضرورت پر وہ دوسرا کمرہ کھولے گا۔ اور پھر تیسرا اور اس طرح ہمیشہ ہی دُنیا کو اس کے مقابل پر زک پہنچے گی اور ہمیشہ ہی قرآن نئے سے نئے علوم پیش کرتا رہے گا۔ یہی وہ چیز ہے جس کو پیش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور یہی وہ چیز ہے جس کو پیش کرنا ہماری جماعت کا اوّلین فرض ہے۔"

(سیر روحانی صفحہ ۱۱۸)

(مرسلہ: سلیم الحق خان - کوئٹہ)

ملاقاتیں

جلسہ سالانہ ۱۹۷۹ء کے موقع پر بیرون ملک سے متعدد احمدی احباب تشریف لائے تھے۔ ان میں سے دو احباب جن کا تعلق مجلس خدام الاحمدیہ سے بھی ہے، سے ملاقات کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

پہلے احمدی دوست محترم ناصر امیری نوری صاحب ہیں۔ جو ایران سے تشریف لائے تھے۔ اور اسی جلسہ کے موقعہ پر اپنی اہلیہ اور تین بچیوں کے ہمراہ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق و سعادت سے ہمکنار ہوئے۔ الحمد للہ۔

دوسرے دوست مکرم ابراہیم منیب صاحب ڈنمارک سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان ہر دو احباب کے ساتھ جو باتیں ہوئیں ان کا خلاصہ ہدیۂ قارئین ہے۔ فارسی اور انگریزی سے ترجمہ کیلئے ادارہ بالترتیب مکرم محمد افضل شاہد اور مکرم ملک صفی اللہ صاحب کا ممنون ہے ——— (ادارہ)

(۱)

میں نے احمدیت اس لئے قبول کی ہے کہ یہی حقیقی اسلام ہے۔ اور ہمارا خاندان بھی ایران میں اس سے قبل احمدی رہ چکا ہے اور قرآن مجید سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ہی ترقی اور کامیابی کیلئے چراغ راہ سمجھتا رہا ہے۔

جہاں تک جلسہ سالانہ کا تعلق ہے میرے خیال میں یہ نہایت ہی عظیم الشان اور دلکش ہوا ہے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا مقدس مقصد یہ تھا کہ تمام دنیا کے انسان رنگ و نسل کے اعتبار سے آپس میں کوئی فرق نہ رکھیں اور یہ سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ سب کے سب مل کر احمدیت جو صحیح معنوں میں حقیقی اسلام ہے کی پیروی کریں۔ اور آپ کا یہ مشن اس جلسہ میں پورا ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

جلسہ سالانہ بہت ہی عظیم الشان منعقد ہوا ہے۔ میرے نزدیک ہمارا یہ جلسہ دنیا میں ہونے والے تمام جلسوں میں سے بہترین جلسہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس جلسہ میں دلی ایمان میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس جلسہ میں محبت اور پیار کے عجیب نظارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو دوسرے جلسوں میں نہیں ہوتے۔

ربوہ اور اہالیانِ ربوہ بہت اچھے مہربان مہمان نواز۔ فرض شناس۔ حقیقت گو۔ اچھا سلوک کرنے والے۔ اور ملنسار لوگ ہیں۔ اور یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح

الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور خاندان حضرت
مسیح موعودؑ کی برکتوں کا نتیجہ ہے

ہمیں قیام ربوہ کے دوران کوئی مشکل پیش
نہیں آئی ہاں اس خواہش کا اظہار ضروری سمجھتا
ہوں کہ پیاری جماعت احمدیہ کے افراد کی جسمانی صحت
کے لئے مرچ بہت کم استعمال ہونی چاہیئے
ربوہ کے باسیوں کی خدمات سے متاثر ہو کر میں
سمجھتا ہوں کہ تمام جہان کے مسلمانوں کو تمام زندگی
میں پیارے احمدی بھائیوں ایسا فرض شناس ہونا
چاہیئے۔ اور ان جیسا عمل کرنا چاہیئے۔

مجھے حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بھی ملنے
کا شرف حاصل ہوا۔ میری یہ ملاقات بہت ہی مفید
رہی اور میں حضور کو تمام دنیا میں سے بزرگ ترین اور
عظیم ترین شخصیت سمجھتا ہوں کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے
وحی و کشوف اور رؤیاء کا سا تعلق حاصل ہے
اور آپ خدا تعالیٰ کے انتہائی مقرب بندے ہیں۔
اور روحانی اعتبار سے انکا مقام بہت ہی
شائستہ و بلند ہے۔ اور ان کا دل تمام جہان کے
لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کوئی بھی وجود
ایسا نہیں کہ جس سے حضور محبت نہ کرتے ہوں

قادیان کے بارے میں کیا عرض کروں وہ جگہ
تو بہت ہی مقدس اور روحانی ہے۔ خاص طور
پر یہ کہ وہاں کا بہشتی مقبرہ واقعی بہشت بریں
لگتا ہے اور مزار حضرت مسیح موعودؑ سے عطر و گل
اور ریحان کی خوشبو روح میں اتر جاتی ہے اور
انسان کی روح و جسم کو روشنی اور [illegible]
بخشتی ہے۔

(۲)

میں کوپن ہیگن یونیورسٹی (ڈنمارک) میں
عمرانیات کا ایک طالب علم ہوں۔ کوپن ہیگن ڈنمارک
کا دار الحکومت ہے جو کہ سکنڈے نیوین ممالک کا ایک
چھوٹا سا ملک ہے۔ ڈنمارک جرمنی سے شمال کی
طرف اور سکاٹ لینڈ سے مشرق کی طرف واقع ہے۔
اس کی معلوم عمر کوئی نہیں۔ مگر عیسائیت کی آمد سے
لیکر آج تک ہمیشہ منفرد و خود مختار رہا ہے جو
کہ ایک ہزار سال پر محیط عرصہ ہے۔ اس پر صرف
دو غیر ملکی فوجوں نے قبضہ کیا۔ ان میں سے ایک
دفعہ سترھویں صدی میں پیش آیا جبکہ موسم سرما
میں اس قدر شدید سردی پڑی کہ غیر ملکی فوجیں
منجمد سمندر پر مارچ کرتی ہوئی آ پہنچی تھیں۔

ڈنمارک میں اسلام کی آمد عیسائیت کی
نسبت ابھی حال ہی کے چند سالوں کی بات ہے۔
یعنی ۱۹۵۸ء میں ایک مبلغ کا یہاں تقرر ہوا اور
۱۹۶۷ء میں "مسجد نصرت جہاں" کا افتتاح عمل
میں آیا۔ نو مبائعین کی تعداد اگرچہ کچھ زیادہ
نہیں۔ تاہم عددی ترقی سکنڈے نیویا میں کوئی
زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اصل اور اہم چیز
بنیاد ہے جو کہ تیار ہو رہی ہے۔ سکنڈے نیویا میں
مشن کے قیام سے لیکر جو کہ قریباً ۲۵ سال پیشتر ہوا۔

مقامی زبان میں جامع لٹریچر مسلسل شائع ہو رہا ہے یہاں تک کہ اس نے اسلام کے بارے میں عمومی نظریہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اور اشاعتِ اسلام کے لئے ایک مضبوط بنیاد تیار کر دی ہے۔

میرا جماعت سے تعلق ۱۹۷۱ء سے ہے جبکہ میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔ میری عمر اس وقت ۱۳ سال تھی۔ اسلام کے علاوہ بھی میں نے اس وقت کئی مذاہب اور فلاسفروں کا مطالعہ کیا۔ لیکن اسلام میں چند ایسے امور تھے جو یکدم میری دلچسپی اور توجہ کا مرکز بن گئے۔ دوسرے مذاہب میں خدا کا تصور ان کی خدا کو سمجھنے کی خواہش کے زیر اثر تھا جس کے لئے انسانی خواص اور افعال اس کی جانب منسوب کئے گئے تھے۔ مگر اسلام میں خدا کی طرف کوئی کمزوری منسوب نہ تھی۔ اس طرح اسلامی تعلیم میں انسان سے خدا تعالیٰ کا بغیر کسی راہب اور واسطہ کے تعلق پیدا ہو جانا جلد ہی مجھے درست معلوم ہونے لگا۔

جب اسلام میں میری دلچسپی مزید بڑھی تو میں نے اس کا مزید مطالعہ کیا اور مجھے اس میں ایسی کوئی چیز نہ ملی جو علم اور عقل و شعور کے خلاف ہو۔ پھر میں نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ اور اس میں بے شمار پیشگوئیاں اور علم و حکمت کی باتیں پائیں۔ جو آج تک کوئی معلوم نہ کر سکا تھا۔ اور نہ ہی ان کی آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کے کسی شخص سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اور انہیں بہر صورت خدا کی

> "شکر ایک تریاق ہے۔ جو قہر کو لطف سے بدل دیتا ہے۔ کامل عاقل وہی ہوتا ہے جو جفا پر بھی حضور و خفا میں شکر بجا لائے ..... شکر، پستان نعمت کو چوسنا ہے، پستان اگرچہ بھرے ہوئے ہوں۔ جب تک تو چوسے نہیں دودھ نہیں آتا۔"
>
> (ملفوظات رومی)

طرف سے ہی ماننا پڑتا ہے۔

۱۹۷۲ء میں میں اس بات کا قائل ہو گیا — (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ کئی کتابیں پڑھنے کے بعد یہ حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی کہ حضرت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

تیرہ سال کی عمر مذاہب کے مطالعہ کے لئے اور ۱۴ سال حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے لئے شاید چھوٹی معلوم ہو۔ مگر یہ بات مدِ نظر رہے کہ میں دنیا کے جس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں وہاں کے بچوں کو مختلف مذاہب کا مطالعہ کرنا اور اس بارے میں پورے اعتماد سے از خود فیصلہ کرنا سکھایا جاتا ہے۔

مغرب میں مذہب کو ہر فرد کا ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر شخص اپنے مذہب کا آپ

فیصلہ کرتا ہے۔ تاہم کسی جگہ کے والدین بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کے بچے ان کے عقائد اور خیالات سے اس قدر دور نکل جائیں۔

میرے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے پر میرے والدین نے عملی طور پر تو میرے خلاف کچھ نہ کیا — البتہ ایک شدید جذباتی ردِ عمل ضرور ظاہر ہوا۔

ربوہ کی زیارت ایک بڑا دلچسپ تجربہ ہے۔ جہاں میں پہلی مرتبہ ۱۸ دسمبر کو پہنچا۔ یہاں کی روزمرہ زندگی کی مصروفیات میں شریک ہونا ایک دلچسپ چیز ہے جو کہ میرے وطن کی روزمرہ زندگی سے بہت مختلف ہے اور اس قدر مختلف کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بطور وضاحت کے اگر میں یہ کہوں کہ ایک ایسی جگہ کا مقابلہ جہاں پانچ وقت کی اذان روزانہ سنائی دیتی ہے۔ ایک ایسی جگہ سے کیا جائے جہاں اذان ہفتہ میں صرف اس وقت سنائی دے جب آپ لمبے سفر کے بعد مسجد جائیں اور ایسے ہی ایک ایسی جگہ کا موازنہ جہاں آپ ہر وقت احمدیوں سے مل سکتے ہیں ایک ایسی جگہ سے کریں کہ جہاں آپ ہفتہ میں ایک دفعہ یا زیادہ سے زیادہ دو دفعہ کسی احمدی سے مل سکیں اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ آپ شہر کے دور دراز علاقہ میں آباد مسجد میں جائیں آپ کے لئے غالباً یہ سمجھنا مشکل ہو کہ ہمارے لئے ایک ایسی مسجد میں جانا کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ جہاں ہر نماز میں ہمارے روحانی امام جماعت نماز کی امامت کروا رہے ہوں۔

ربوہ میں چھ ہفتوں کے قیام کے دوران مجھ سے غیر معمولی حسن سلوک کیا گیا۔ ہر آدمی میرے لئے انتہائی مہربان اور معاون ثابت ہوا۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جلسہ کے دوران انتہائی کوشش کی جاتی رہی کہ یہ تقریب خوش اسلوبی اور سادگی سے سرانجام پائے۔ اس موقعہ پر تمام دنیا سے آئے ہوئے مندوبین سے ملاقات اور ان کی اجلاسوں میں شرکت واقعی ایک حیران کن امر تھا۔ اس نے مجھ پر ایک حوصلہ افزا اثر ثبت کیا۔ تمام مشکلات کو مدنظر رکھنے کے باوجود میں یقین رکھتا ہوں کہ مستقبل میں یہ انتظامات خوب سے خوب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ٭

۲۶ چھبیسویں سالانہ تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام پندرہ روزہ چھبیسویں سالانہ تربیتی کلاس امسال ۱۶ رمئی تا ۳۰ رمئی ۱۹۸۰ء ایوانِ محمود ربوہ میں منعقد ہو رہی ہے۔

اس کلاس سے متعلق سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایّدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ بلا استثناء ہر مجلس سے کم از کم ایک نمائندہ اس میں ضرور شامل ہو۔

حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کی روشنی میں تمام قائدین اضلاع و مقامی سے درخواست ہے کہ خدام کو اس کلاس میں شامل ہونے کی تحریک فرمائیں اور ایسے خدام جو میٹرک کے امتحان کے بعد فارغ ہیں۔ انہیں اس سنہری موقع سے استفادہ کی خاص طور پر تلقین فرمائیں!

(ناظم اعلیٰ تربیتی کلاس ۱۹۸۰ء)

بقیہ از صفحہ ۱۶ حضرت مولانا محمد صادق سماٹری صاحب کی وفات

آپ ربوہ سے رخصت ہونے والے پہلے مبلغ تھے اور اس موقعہ پر حضرت مصلح موعودؓ بھی آپ کو الوداع کہنے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ اس دفعہ آپ ۷ر مارچ ۱۹۵۷ء کو واپس ربوہ تشریف لائے اور اکتوبر ۱۹۵۷ء میں پھر ملائشیا کے لئے روانہ ہوگئے جہاں سے اگست ۱۹۶۲ء میں واپسی ہوئی۔ جس کے بعد ۱۹۶۲ء میں آپ کی تقرری بطور انچارج صیغہ زود نویسی ہوگئی۔ آپ نے یہ اہم اور نہایت نازک خدمت بڑی خوبی کے ساتھ ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۹ء تک سرانجام دی جبکہ آپ حضور کے ارشاد پر آخری بار عازم انڈونیشیا ہوئے۔ اور ۲۴ر اپریل ۱۹۷۲ء کو واپس تشریف لے آئے۔ اس دوران آپ ۶ر نومبر ۱۹۶۹ء سے ۱۹ر جنوری ۱۹۷۲ء تک انڈونیشیا کے رئیس التبلیغ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ ربوہ واپسی کے بعد وفات تک آپ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ منسلک رہے۔ انڈونیشیا سے آنے والے خطوط کے تراجم حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ بوقت وفات بھی آپ کی تقرری انڈونیشیا کے مبلغ کے طور پر حضور ایدہ اللہ نے فرمائی ہوئی تھی۔

آپ نے سلسلہ کی قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ جن میں سے قیام ملائشیا کے دوران قرآن پاک کا ملائی زبان میں مکمل ترجمہ پیش پیش ہے۔ آپ نے دوران تبلیغ متعدد کامیاب مناظرے بھی کئے اور آپ کی آخری خدمت "نبی اور رسول" عنوان کی کتاب ہے جو ابھی طباعت کے مختلف مراحل میں ہے۔

محترم مولانا صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ ہیں۔ اور دوسری بیوی سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کی دوسری بیوی بقید حیات ہیں۔

ادارہ خالد مولانا صاحب موصوف کے جملہ لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعاگو ہے کہ محترم مولانا صاحب کی وفات جس زبردست علمی خلاء کا باعث ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے جلد از جلد پُر فرمائے نیز آپ کو اپنے فضل سے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کی مخلصانہ دینی خدمات مقبول اور عنداللہ ماجور ہوں۔ آمین۔

طب و سائنس

طبّی عجوبہ!

نوٹ:- انڈونیشیا میں خواتین کے رسالہ KARTINI میں انڈونیشین زبان میں طبی عجوبہ کے عنوان پر ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ مکرم سید محی الدین شاہد مبلغ انڈونیشیا نے بھجوایا ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے (ادارہ)

طبی دنیا میں ایک عجیب و غریب اور نادر واقعہ تیسری بار نوٹ کیا گیا ہے۔ یعنی بچہ کی پیدائش مرد کے نطفہ کے بغیر جسے طبی اصطلاح میں "PARTHENO-GENSES" کہتے ہیں۔ یہ واقعہ پہلی دفعہ برازیل، دوسری دفعہ جرمنی اور اب تیسری مرتبہ ملک امریکہ کے انڈین حصہ میں ہوا ہے۔ لیو نار ریٹا ینگ LEONOR RITA YOUNG نامی کنواری لڑکی جو اب ماں بن چکی ہے کا بیان کچھ اس طرح ہے:

"میس ینگ (MISS YOUNG) مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ حاملہ ہیں۔ یہ بیان ڈاکٹری تحقیق کی بناء پر ہے جس میں شک کی ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں"۔ ڈاکٹر نے کہا۔

مجھے ڈاکٹر کے بیان کی سمجھ نہ آئی۔ میں ، اور بچہ! — یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ کیونکہ میں نے کبھی کسی مرد سے ملاپ نہیں کیا۔ میرا ڈاکٹر کے پاس جانا اس غرض سے تھا کہ چند دنوں سے سو کر اٹھنے کے بعد طبیعت کے بوجھل ہونے اور صحت خراب ہونے کا احساس تھا۔ اور مجھے خونِ حیض بھی بالکل بند ہو گیا تھا

لیکن باوجود اس کے مجھے کبھی وہم و گمان بھی نہ ہوا کہ میں حاملہ ہوں انہی دنوں میں ہسپتال سے ایک ہفتہ داخل رہ کر فارغ ہوئی تھی کیونکہ میرا اپنڈکس (APPENDIX) کا اپریشن ہوا تھا۔ اس لئے شروع شروع میں میں نے خیال کیا کہ اپریشن کی وجہ سے طبیعت پر یہ اثر ہے۔ ان حالات میں ڈاکٹر کا کہنا کہ میں ایک بچہ کی ماں بننے والی ہوں میری سمجھ سے بالا تھا۔

میری عمر اس وقت بیس سال تھی۔ میرا شمار خوبصورت لڑکیوں میں نہ تھا۔ میں موجودہ زمانہ کی ماڈرن لڑکیوں کی طرح میل ملاپ میں زیادہ آزاد بھی نہیں ہوں بلکہ اس وجہ سے مجھ پر ہنسی بھی اڑائی جاتی ہے کہ میں پرانی طرز کی عورت ہوں میرا عزم تھا کہ شادی سے پہلے کبھی کسی مرد سے آزادانہ ملاقات نہ کروں گی۔

ڈاکٹر نے کہا کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ نے کسی مرد سے ملاپ کیا ہو جس کا آپ کو شعور نہیں؟ ڈاکٹر کے لہجہ میں سختی تھی میں نے سر ہلا کر نفی میں جواب

دیا۔ ڈاکٹر نے یہی پھر کہا کیا یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی نے پہلے آپ کو مدہوش کر دیا ہو۔ پھر آپ کا کنوارہ پن چھین لیا ہو؟ یا آپ کے سونے کی حالت میں آپ سے اس فعل کا ارتکاب کیا گیا ہو! دوسری دفعہ پھر میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً میں ہوش میں آجاتی۔ میں کبھی بے ہوشوں کی طرح نہیں سوئی اس کے علاوہ میں ہمیشہ کمرہ کو تالا لگا کر سوتی ہوں۔ اگر کوئی اوپر سے چھلانگ لگا کر گھس آتا تو ضرور مجھے پتہ چل جاتا۔ اور میں ضرور فوراً پولیس کو اطلاع کرتی۔

اب میں نے ڈاکٹر سے سوال کیا کہ کیا ڈاکٹر نے جو فیصلہ اور رائے میرے متعلق دی ہے کہیں غلط تو نہیں؟ مختصر جواب ملا۔ نہیں! آپ حاملہ ہیں!

سمجھ نہ آئی کہ میں اپنے ماں باپ کو کیا کہوں گی۔ مجھے عجیب احساس تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ کہ آپ ایک بچہ کی ماں بننے والی ہیں۔ بالآخر میں نے ساری بات اپنے ماں باپ کو بتا دی اور کوئی راز نہ رکھا۔ میرے ماں باپ بات کو سمجھ گئے اور بجائے مجھے غصہ ہونے کے مجھے بہلانے کی کوشش کرنے لگے۔

انہوں نے مجھے یہ کہہ کر تسلی دی کہ " نورا (NORA) تم جو کہتی ہو ہمیں اس پر اعتبار ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ تم نے آج تک کسی مرد سے تعلق نہیں رکھا۔ مگر تمہیں GYNAECLOG جانے کی ضرورت نہ تھی ممکن ہے وہ غلطی پر ہو۔

میں نے کہا مگر GYNAECLOG کی رائے کی بنیاد پر ڈاکٹر کو پورا یقین ہے کہ میں حاملہ ہوں اس لئے ڈاکٹر حیران ہے وہ ایک معمہ کا سامنا کر رہا ہے کہ کنواری؟ اور حاملہ؟ میرے لئے بچہ پیدا کرنا کیسے ممکن ہو گا جبکہ میں کنواری ہوں؟ میں نے پریشانی سے پوچھا۔ جواب ملا " یہ دُنیا عجیب ہے "

پھر یہ سوال اور شک پیدا ہوا کہ شاید میں حاملہ اس وقت ہوئی ہوں جبکہ میں ہسپتال میں داخل تھی۔ بے ہوشی کی حالت میں کسی نے مجھے مس کیا ہو۔ اسی بات کی تحقیق کے لئے میرے باپ نے خفیہ پولیس کی مدد مانگی۔ ممکن ہے دورانِ قیام ہسپتال کوئی میرے کمرے میں آیا یا اس ہسپتال کے عملہ میں سے کسی نے یہ حرکت کی ہو۔ مگر مجھے صرف ایک ہی ڈاکٹر دیکھنے متواتر آتا اور اس کے ساتھ نرس اور ہیڈ نرس ہوتی اور ڈاکٹر بھی دن کے دس بجے آتا تھا۔

القصہ اس مسئلہ کا حل ہمارے ذاتی ڈاکٹر نے بتایا کہ حمل گرا دیا جائے۔ مگر گہری سوچ کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ انکار کروں۔ مجھے بخوبی احساس تھا کہ کس قدر پریشان کن حالات تھے۔ لوگ مجھے جانتے تھے کہ میں کنواری ہوں۔ مگر ثابت ہوا کہ میں حاملہ ہوں جس کا یہ مطلب ہے کہ بغیر باپ کے میرا بچہ پیدا ہو گا۔ یقیناً لوگ مجھ پر ہنسی کریں گے۔ گو حقیقت میں میں قصور وار نہیں۔

آخر کار KEISERSNEE کی مدد سے

بچے کی پیدائش ہوئی۔ جو ایک موٹی تازی لڑکی تھی اور اس کی آنکھیں میری طرح نہیں تھیں۔ اس کی جلد اور بالوں کا رنگ بھی میری طرح نہ تھا۔ بچی کی پیدائش کے بعد سپیشلسٹ ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ فوراً تمہارا اور بچی کا طبی معائنہ ہوگا۔ تیئس ۲۳ ستمبر کو میرا بچہ پیدا ہوا تھا۔ اور دسمبر میں ڈاکٹر نے مجھے ضروری امر کے انکشاف کے لئے بلایا۔

"مس بینگ"! اس نے شکیہ رنگ میں کہا۔ آپ اس دنیا میں تیسری ہیں جس پر یہ طبی عجوبہ ہوا جس کو ڈاکٹری اصطلاح میں PARTHENOGENSES کہتے ہیں۔ "وہ کیا ہے ڈاکٹر؟" مجھے سمجھ نہ آئی۔ ڈاکٹر دھیرے سے مسکرایا اور کہا PARTHENOGENSES کا مطلب ہے بچے کی پیدائش کنوارے پن کی حالت میں۔ یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ عورت بغیر مرد کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے حاملہ ہوئی۔ جرمنی میں ایسا واقعہ ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ اور اس سے پہلے برازیل میں۔ حیوانات کی دنیا میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں مگر اس کے برعکس انسانوں میں کبھی ایسے واقعات نہیں ہوئے۔

میں نے پوچھا "کیا میرا بچہ صحت مند ہے؟" "اس کی صحت بہت اچھی ہے مس بینگ" ڈاکٹر نے کہا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں حقیقت میں آپ اور آپ کی بچی ایک ہی انڈے سے دو جڑوے ہیں۔ آپ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ آپ اور وہ یقیناً ایک ہی ہیں۔ اس کے باپ کی طرف سے اس میں کوئی نشان نہیں۔ اس لئے اس

> جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے لازم ہے۔ بات کہے تو اچھی ورنہ خاموش ہی رہے۔ (بخاری)

میں شک نہیں کہ جو آپ نے کہا وہ واقعی سچ ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر نے تفصیلاً بتایا کہ وہ طبی تحقیق جو مجھ پر ہوئی ہے اس کی وجہ سے مجھے خوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بچی صحت مند ہے اور جو مجھ پر بیتی ہے اس کی وجہ سے مجھے شرمانے کی ضرورت نہیں۔

"PARTHENOGENSES" ایسا مسئلہ ہے جو ہمارے لئے معمہ بنا ہوا ہے۔ اس سپیشلسٹ نے کہا کیونکہ ایسے واقعات بہت کم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی تحقیق میں ہمیں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس وجہ سے کیا آپ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہماری مدد کریں گی؟۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اس معمہ کو حل کرنے کے لئے میں نے مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

دوسری طرف میری بچی دن بدن بڑی ہو رہی ہے اور جو ڈاکٹر نے بیان دیا تھا بالکل سچ ہے۔ اس میں اور مجھ میں ذرہ بھر فرق نہیں اس کی اور میری شناخت ایک ہے۔ یوں جیسے دو پانی کے قطرے۔ اس لئے یہ بچہ مجھے جان و دل سے عزیز ہے۔ میں اس سے ایک منٹ کیلئے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ اس کے مستقبل کے متعلق میں سوچ رہی ہوں کہ کیا ممکن اس کو کوئی باپ ملے گا۔ قیاس سے بعید نہیں؛

جگرہائے لخت لخت

قرب ہو تیرا محبّت میں ہو اپنی جاں گداز
ہوں فدا ہم شمعِ احمدؐ پر یونہی پروانہ وار

پرچمِ اسلام ہو ہاتھوں میں دل میں تیری حمد
سب ہی غیروں سے ہو نفرت دل میں ہو تیرا ہی پیار

دے کنول کو بھی تو ہمت دین کی نصرت کرے
اے میرے مولا میرا تجھ پہ ہے سب دار و مدار

(انوار احمد کنول — (چونیاں)

حُسن کی تیرے بلائیں لوں اے میرے مہ جبیں
گو نہ ہو خطرہ کوئی لاحق مجھے انکار کا

لوٹ لینا دل کسی کا بے رخی پھر اس کے بعد
یہ بتاؤ ہمنشیں! شیوہ ہے کیا ابرار کا

میرے دل کو میرا دل کب اس نے ہے رہنے دیا
اب تو میرا کیا ہے یارو! ہے سبھی اس یار کا

(محبوب احمد — ربوہ)

اے فلک تو نے تو اکثر وہ جواں دیکھے بھی ہیں
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں جو بالیقیں

ہاں شہادت ہے محمدؐ کے غلاموں کا نشاں
ہے شہیدِ کربلا کو اس میں شرفِ اوّلیں

آ ملا ان اوّلین سے اک گروہِ آخرین
ثلّة من الاوّلین وثلّة من الآخرین

(خالد سیف اللہ خان ــــ جڑانوالہ)

کھلا گئے ہیں جگر میں وہ پھول زخموں کے
نظر کے تیر جگر کے جو پار گذرے ہیں

شمار جب بھی کئے ہیں یہ داغِ وطن میں نے
میری نظر سے کئی لالہ زار گذرے ہیں

میرے ہی دل کی کلی کو شگفتگی نہ ملی
گو بادِ صبح کے جھونکے ہزار گذرے ہیں

انہیں کے نام سے قائم ہے عظمتِ انسان
جو بن کے ٹوٹے دلوں کا قرار گذرے ہیں

(ارشاد احمد شکیب ۔ جیکب آباد)

دل کے گوشے گوشے سے اک درد سا اٹھتا رہا
حشر سا برپا تھا چشم گریہ و نمدار کا

شب کی تنہائی میں اس کے وصل کی امید پر
یوں مزہ لیتے تھے بیٹھے ہجر میں دیدار کا

ایک ابرو کے اشارہ سے کیا زخمی ہمیں
کیا عجب دیکھا صنم چلنا تیری تلوار کا

جوئے شیریں بھی اگر مطلوب ہو تو لائیں گے
اک اشارہ بے وفا چاہیئے تیری ابصار کا

(قریشی داؤد احمد ــــ ربوہ)

مدیر کے نام!

جنوری ۱۹۸۰ء کا شمارہ ۲ دن قبل یعنی ۲۸ فروری کو دیکھنا نصیب ہوا۔ ماشاء اللہ بڑی حسنِ ترتیب نظر آئی۔ سرورق پر وقار اور پُرعزم ہی نہیں رُوح میں اُتر جانے والا تیر بھی ہے۔ مضامین بھی ماشاء اللہ نہایت عُمدہ اور معیاری ہیں۔ لیکن سب ایک ہی موضوع پر لگتے ہیں مضامین متنوع ہونے چاہئیں۔ نصائح ہوں، مختلف تقریبات کی رودادیں ہوں۔ ملاقاتیں ہوں۔ اور ان سب کے ساتھ ساتھ کچھ شعر و سخن کی باتیں ہوں تو مزہ آتا ہے۔ خالد بڑی عمدہ منزل کا کاروان بلکہ میر کارواں ہے اسے خوب نکھاریئے یہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ترجمان ہے اس کو حسین سے حسین تر بنایئے۔

(محمد اشرف نوشاہی — کراچی)

ادارہ خالد کی خدمت میں ظاہری و باطنی حسن سے مالا مال اور نہایت مفید و بابرکت مضامین کے گلدستۂ جمیل کے پیش کرنے پر دلی مبارک باد اور اللّٰھم فزد کی دُعا کا تحفہ پیش ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

(نذیر احمد خادم - بہاولنگر)

دو ماہ کے انتظار کے بعد خدا خدا کر کے خالد ملا۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاکیزہ ارشادات جن سے دل منور ہوتے ہیں۔ پڑھ کر سارے گِلے شکوے جاتے رہے۔

"آرزو کے قافلے - وصال کے عنوان" بہت عمدہ رہا۔ محترم شوق صاحب کے لئے دُعا ہے ع۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

(امجد نذیر — پھلوکی)

میرے بارہ میں جو حسن ظن آپ نے قبلہ حافظ صاحب محترم سے وراثت میں پایا ہے۔ اس کا تصوّر کر کے شرمندہ ہوتا ہوں۔ میں جو اناپ شناپ لکھتا رہا وہ چھاپ دیتے رہے خدارا آپ ایسا نہ کیجئے۔ اگر میں محض حصولِ ثواب کے لئے اور تعمیل ارشاد میں کچھ لکھ بھیجوں تو خالد کے معیار کا خود خیال رکھئے۔ بہر حال آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو گی۔

(ملک لعل خان - اسلام آباد)

"خالد" کے نوعمر قلمی معاونین کے لئے "پہلا قدم" کے عنوان سے ایک کالم شروع کیا جا رہا ہے جس میں مبتدی مضمون نگار خدام کے ہلکے پھلکے مضامین شائع کئے جایا کریں گے۔

(ادارہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو

بنی آدم میں سے کامل انسان ہونے کے لئے جس قدر فضائل و کمالات کسی انسان میں ممکن طور پر جمع ہو سکتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں احسن طور پر پائے گئے۔

آپؐ کے متعلق خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" یعنی تو خلق عظیم کا مالک ہے۔

آج مجھے آپؐ کے اخلاق فاضلہ میں سے ایک خلق یعنی عفو و کرم سے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔

ایک دفعہ آنحضورؐ جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ تھکاوٹ کے باعث علیحدگی میں ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے کہ اچانک دعثور نامی ایک شخص آیا۔ اور آپؐ کی تلوار ہاتھ میں لی اور کہنے لگا۔ اے محمدؐ! بتاؤ تمہیں اس وقت میرے ہاتھوں سے کون بچا سکتا ہے؟۔ ایسے وقت میں بڑے بڑے بہادروں کے بھی اوسان خطا ہو جاتے ہیں لیکن آپؐ نے فرمایا "میرا اللہ!" یہ سنتے ہی اس کا دل لرزا، جسم کانپا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔ وہی تلوار آپؐ نے اٹھائی اور فرمایا بتا اب میرے ہاتھوں سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا آپؐ کے سوا کوئی نہیں۔ آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔

فتح مکہ کے دن وہ جانی دشمن آپؐ کے سامنے پیش کئے گئے جنہوں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر تیرہ سال تک انسانیت سوز مظالم کئے تھے لیکن آپ نے ان کی تمام ستم گاریوں اور ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر کے فرمایا:-

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ
اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

جاؤ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ وہ مسجد الحرام سے

ایسے نکلے کَاَنَّمَا خَرَجُوْا مِنَ الْقُبُوْرِ۔
گویا کہ وہ قبروں سے نکلے ہیں اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ تاریخ عالم میں اس قسم کے عفو عام کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ شرف صرف ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمدؐ مصطفیٰ۔ نبیوں کا سردار

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عفو و درگذر میں بے نظیر تھے بلکہ انسانی کمالات میں شمار کی جانے والی تمام صفات میں انتہائی نقطۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔

آخر میں اس خدائے عزّ و جلّ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ہر فعل اور ہر کام سے نور محمدؐ کی کرنیں نکل نکل کر تمام کائنات عالم کو منور کر دیں۔ (آمین)

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

(عبد الحلیم احمد۔ ربوہ)

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا راہنما ہے

(فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَات)

اَخبارِ مَجالِس

(مرتبہ: اخلاق احمد انجم)

I مجلس خدام الاحمدیہ ۲۱۹/ر.ب گنڈا سنگھ والا (فیصل آباد) کے زیر اہتمام ۳۰ جنوری ۱۹۸۰ء کو سیرت النبیؐ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر ہوئیں۔ احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔ اس طرح ۲۵ فروری کو یوم مصلح موعودؓ پر اجلاس کا انعقاد ہوا جس کی صدارت مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف نے کی۔ اس میں پیشگوئی مصلح موعودؓ پر مختلف تقاریر ہوئیں۔

II جماعت احمدیہ چک ۱۶۷ مراد ضلع بہاولنگر نے مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۸۰ء کو جلسہ مصلح موعودؓ کا انعقاد کیا جس میں چک ۱۸۴/R.۷ - ۱۱۱/R-۶ - ۳۰/R.۴ ۲۰۶ مراد کے خدام اور انصار نے بھی شرکت کی۔ ممبرات

لجنہ اماء اللہ نے بھی اس جلسہ میں شرکت کی۔

III مجلس خدام الاحمدیہ بہاولپور نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ۲۰ رفروری کو ناصر کبڈی ٹورنامنٹ کا اجراء کیا ہے۔ امسال یہ ٹورنامنٹ ۲۷ رجنوری کو شروع ہوا اور ۲۸ رجنوری تک جاری رہا۔ خدام نے بڑے شوق سے اس میں حصہ لیا۔

IV مورخہ ۲۰ر، ۲۱، ۲۲ رفروری کو ضلع سیالکوٹ کے مختلف حلقوں۔ حلقہ کاروالہ، مالوکے، گھنوکے اور گھٹیالیاں میں یوم مصلح موعودؓ پر اجلاسات منعقد ہوئے۔ جن میں مرکزی نمائندوں۔ مکرم مولوی نورالحق صاحب انور اور مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے شرکت کی اور حضورؓ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر کیں۔

V مجلس خدام الاحمدیہ ضلع راولپنڈی کے زیر اہتمام مسجد نور میں ایک دو روزہ تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا۔ اس میں مرکزی نمائندگان مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف اور مکرم مولانا شیخ نور احمد صاحب منیر نے شرکت کی۔ اور مختلف علمی اور تربیتی پہلوؤں پر تقاریر کیں۔

اس کلاس میں خدام کے مابین تقریری ۔ مضمون نویسی ۔ تلاوت ، نظم کے مقابلہ جات ہوئے ۔ جن میں خدام نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ۔

اس کے علاوہ شعبہ صنعت و تجارت کے تحت ایک ٹی سٹال اور شعبہ اشاعت کے تحت بک سٹال کا انتظام کیا گیا۔

VI ۔ محمدخ ۲/۸ ۱۵ بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ گوجرانوالہ شہر میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ کا اجلاس عام ہوا۔ جس میں محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب نے خطاب کیا ۔ اس اجلاس میں ضلع گوجرانوالہ کی ۳۳ مجالس کے ۲۰۰ خدام نے شرکت کی ۔ یہ اجلاس ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا ۔

اس کے علاوہ سال رواں میں مندرجہ ذیل مجالس میں بھی تربیتی کلاسز منعقد ہوئیں ۔

چک ۱۱۱/۶-R ضلع بہاولنگر ۳۰ر نومبر ۔ چک ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر ۷ر دسمبر ۱۰۳/F ۱۴ر دسمبر ۔ چک ۱۲/1-R ۱۵ر دسمبر ۔ ۲۷/۲۶ گ.ب فیصل آباد ۱۵ر نومبر ۔ دارالفضل فیصل آباد ۱۶ر نومبر ۔ چک ۹۶ گ.ب ۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۸۰ء ۔ فیصل آباد شہر ۷ر دسمبر ۔ ۳۶۷/ج.ب جلیانوالہ ۱۱ر دسمبر ۔ تربیتی کلاس حلقہ رجوعہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات ۱۰ر جنوری ۱۹۸۰ء ۔ خوشاب ضلع سرگودھا ۱۴ر جنوری ۔ بھان امیر علی ورک ضلع سرگودھا ۲۵ر جنوری ۔ ۱۹۹/ر.ب لاٹھیانوالہ ۳۱ر جنوری ۱۹۸۰ء ۔ ۲۶۶/ر.ب کھرڑیانوالہ یکم فروری ۔ ۶۹/ر.ب گھسیٹ پورہ یکم فروری ۔ ۱۲۱/ج.ب حسن پور ۔ سانگلہ ہل جلسہ سیرت النبی ۳۱ر جنوری ۔ شیخوپورہ شہر جلسہ سیرت النبی ۳۱ر جنوری ۔ ۱۰۹ گ.ب نرائن گڑھ ۴ر جنوری ۱۹۸۰ء ۔ قیادت دارالفضل ۱۸ر جنوری ۔ قیادت ضلع کراچی کا اجتماعی اجلاس ۲۰ر جنوری ۔

پہلی سہ ماہی میں مندرجہ بالا ۲۳ تربیتی کلاسز ، یا جلسہ ہائے سیرۃ النبی کی اطلاع ملی ہے ۔

طنز و مزاح

ہمیں میزبانوں سے بچائیے

ہر شخص کو میزبان یا مہمان بننے کا اتفاق ضرور ہوتا ہے۔ میزبان تقریباً سبھی ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن چند میزبانوں کے ہاں جانے کا ہمیں اتفاق ہوا۔ ان کے اندازِ میزبانی نے دل پر یادگار نقوش چھوڑے ہیں۔ مہمان بننے کے ہم کچھ ایسے خاص شوقین بھی نہیں۔ لیکن بعض اوقات صورتِ حال ایسی ہوتی ہے کہ انکار کو نا بد اخلاقی گردانا جاتا ہے مثلاً ہمارے ایک رشتے دار ہیں جنہیں دعوتیں کرنے میں خاص شہرت حاصل ہے اور مہمانوں کو عمدہ کھانے کھلانا انہوں نے اپنا شعار بنالیا ہے۔

اس مرتبہ جب ہم چھٹیوں میں گھر آئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دعوت کا کہا مگر ہم نے معذرت کر لی لیکن ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ معذرت قبول کرنا اپنے اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کے پر زور اصرار کے سامنے ہم بے بس ہو گئے اور بالآخر ہتھیار ڈال دیئے۔

اگلے روز رات کے آٹھ بجے ہمیں مع اہل و عیال ان کے ہاں رات کا کھانا تناول فرمانا تھا۔ خیر صاحب شومئی قسمت ہم ڈائریا میں مبتلا تھے۔ لیکن بہر حال دعوت میں شرکت لازمی تھی ہم نے سوچا چلو شرکت تو کریں گے مگر کچھ کھائیں پئیں گے نہیں۔ بندۂ ناچیز اس امر سے قطعی طور پہ بے خبر تھا کہ جانِ ناتواں پہ قیامت گزرنے والی ہے۔ کچھ دیر گپ شپ جاری رہی اور بالآخر دستر خوان لگنے کی اطلاع آئی۔ سب نے دستر خوان پر اپنی اپنی جگہ سنبھال لی۔ میزبان موصوف نے بھی ایک چوٹی ڈھال پلیٹ بھری اور دھڑا دھڑ ہاتھ صاف کرنے لگے۔ اچانک ان کی نگاہ ہم پر پڑی اور انہوں نے ہمیں بڑی نزاکت سے صرف رائتہ کھاتے دیکھا تو گویا جلال میں آگئے۔

"میاں یہ کیا کر رہے ہو تم! شرمانے کی ضرورت نہیں۔ اپنا ہی گھر ہے۔ خوب کھاؤ" خود تو وہ یوں آستینیں چڑھائے بیٹھے تھے گویا میدانِ کارزار میں کود پڑے ہیں۔ ہم جواب عرض کرنے ہی والے تھے۔ لیکن اچانک معدے نے خطرے کا آلارم بجا دیا اور ہم معذرت کر کے لیٹرین کی طرف روانہ ہوئے۔ فراغت پا کر جو واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میزبان محترم نے بریانی سے ہماری پلیٹ لبالب بھر دی ہے اور پھر مرغ کا قورمہ بھی انڈیل رہے ہیں۔

"نہیں ماموں جان اتنا ہم سے نہیں کھایا جائیگا۔ بس صرف تھوڑے سے چاول کھالیں گے"

"کیوں کیا بدہضمی سے ڈرتے ہو؟ ارے میاں اس کا بھی ہمارے پاس انتظام ہے" انہوں نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا اور بریانی کا چمچہ ہمارے منہ میں ٹھونس دیا۔ ہم چار و ناچار بریانی کے لقمے حلق سے اتارنے لگے۔ چلو تھوڑا بہت تو ہم زہر مار کر لیتے۔ لیکن مصیبت یہ

تھی کہ آج میزبان موصوف کی خاص عنایت ہم پر تھی وہ ہر دو منٹ بعد ہماری پلیٹ میں ایک بوٹی کا اضافہ کر دیتے۔

"یہ لو میاں مرغے کی ٹانگ، ایمان سے کہنا ایسا مرغا تم نے کبھی دیکھا ہے؟ واہ واہ کیسا پلا ہوا چربیلا مرغا ہے۔ واہ بھئی مزا آگیا"۔ انہوں نے ایک زوردار ڈکار لے کر گرج کر کہا۔

"انہیں تو واقعی مزا آرہا ہوگا۔ اس میں شک شبہے کی کوئی گنجائش نہیں تھی، لیکن ہماری حالت غیر ہو رہی تھی۔ آخر کار ہم سے صبر نہ ہو سکا اور ہم نے تقریباً رو کر کہا:-

"دراصل ماموں جان ہمارا پیٹ کچھ خراب ہے اس لئے کھانے سے انصاف نہ کر سکیں گے اگرچہ ہر چیز بے حد لذیذ ہے۔"

یہ سُن کر انہوں نے تمسخرانہ انداز میں ایک گرجدار قہقہہ لگا اور ہماری طرف یوں دیکھا گویا ہم پر پاگل ہونے کا شبہ کر رہے ہیں۔ قہقہے کے عمل سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنی صاحبزادی کو حکم دیا: "ذرا میرا نیلا بیگ تو اٹھا لاؤ"۔

صاحبزادی حکم کی تعمیل میں نیلا بیگ اٹھا لائیں۔ انہوں نے پانی کا گلاس منگوایا اور مشکوک سی گولیاں دے کر فرمانے لگے: "لو صاحبزادے" یہ چھ گولیاں پانی سے نگل لو۔ انشاء اللہ پیٹ سیمنٹ ہو جائے گا"۔

گولیوں کی وضع قطع خاصی مشکوک تھی لیکن پھر بھی انکار کرنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی لہذا طوعاً کرہاً وہ گولیاں نگل ڈالیں۔

"لو صاحبزادے اب دل کھول کر کھاؤ۔ آپ ہیں

کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ یہ لو کباب، تمہاری ممانی نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔" انہوں نے ہماری پیٹھ تھپتھپا کر کہا۔

"ماموں جان دراصل ہمیں بھوک نہیں ہے۔" ہم کھسیائے کیونکہ بریانی کے چند لقموں نے ہی پیٹ میں گڑبڑ مچا دی تھی۔

یہ سنتے ہی وہ بولے "لو بھئی بھوک نہ لگنے کا علاج تو میں منٹوں میں کئے دیتا ہوں۔ لانا بھئی ذرا ہاضمے والے مکسچر کی بوتل"۔

انہوں نے ہمیں پیالی بھر مکسچر زبردستی پلا دیا اور پھر زردہ لے کر ہم پہ چڑھ دوڑے۔ تھوڑا سا زردہ کھا کر ہم نے مزید کھانے سے معذوری ظاہر کر دی، مگر ایسا کرنا تو گویا ان کی توہین کے مترادف تھا۔

انہوں نے ہماری ایک نہ چلنے دی اور ان کا اصرار اس حد تک بڑھا کہ ہمیں ڈر سا لگنے لگا کہ کہیں وہ ٹفن کیریئر بھر کو ہمارے پیچھے نہ دوڑ پڑیں، لہٰذا ہم نے ان کے ارشاد کے مطابق ہر کھانے سے مقدور بھر انصاف کیا حتیٰ کہ کھانے کے بعد کافی پینے میں بھی ان کا ساتھ دیا۔ لیکن ہمیں اس سعادت مندی کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور ہم تمام رات لوٹا پکڑے لیٹرین کی طرف رواں دواں رہے۔

ایک اور صاحب ہیں ہمارے دور پار کے عزیز ہوتے ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے حکیم ہیں اُن کا انداز میزبانی سب سے نرالا ہے۔ وہ محض گفتگو کی حد تک آپ کی ہر قسم کے مشروبات اور اشیائے خورد و نوش سے تواضع کریں گے۔ اگر گرمیوں کے موسم میں ان کے ہاں ...

جانے کا اتفاق ہو تو چھوٹتے ہی پوچھیں گے "کیوں صاحب صندل کا شربت چلے گا؟"

"نہیں ماموں جان تکلف مت کریں" ہم رسماً کہہ دیتے ہیں۔

"تو بھئی شربت نیلوفر پی لو"

"رہنے دیں ماموں جان" ہم پھر تکلف برتتے ہیں۔ "اچھا پھر آم کا سکواش پی لو!"

یہ سُن کر ہم خاموش ہو جاتے ہیں۔ دراصل ہماری خاموشی سے رضامندی کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ ماموں جان قدرے توقف کے بعد فرماتے ہیں: "معلوم ہوتا ہے مشروبات تم کو پسند نہیں ہیں، اچھا بھئی لانا ذرا سادہ پانی کا ایک گلاس"

ایک دفعہ ہم نے ڈھیٹ بن کر کہہ دیا: "جی ہاں آلو بخارے کا شربت پی لیں گے"

یہ سُن کر وہ کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ پھر بولے "صاحب آپ نے کیا کہا؟"

جی میں نے آلو بخارے کا شربت پینے پر رضامندی ظاہر کی تھی" ہم مزید ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دل میں ٹھانی ہے کہ آج تو شربت پیئے بغیر گھر نہیں جائیں گے۔

اب وہ فرماتے ہیں: "صاحب کیا ہم نے اس ضمن میں آپ سے کچھ پوچھا تھا؟ معاف کرنا دراصل ہمیں کچھ یاد نہیں رہتا"

ہم جواب دیتے ہیں: "جی ہاں آپ ہی نے تو

ہم سے پوچھا تھا"

"اچھا تو برخوردار آپ واقعی آلو بخارے کا شربت پینا چاہتے ہیں"

"جی ہاں" ہم کہتے ہیں"

"گویا کہ آپ احمق ہیں" وہ فرماتے ہیں۔

"جی؟" اس انکشاف پر ہم چونک پڑتے ہیں

"صاحب۔ اوّل تو یہ کہ آلو بخارے کا موسم ہی نہیں ہے۔ پھر شربت کہاں سے آئے گا۔ دوئم، یہ کہ صاحب آلو بخارا نہایت واہیات پھل ہے نجانے کس نامعقول نے اس کا شربت ایجاد کیا تھا۔ اور ان سب باتوں کو اگر نظر انداز کر بھی دیا جائے تو سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آلو بخارا کھٹا ہوتا ہے شربت پی کر خواہ مخواہ گلا خراب ہو جائے گا" ان کی تقریر ابھی جاری ہے کہ ہم اکتا کر بات کاٹ دیتے ہیں۔ "ہم نے تو یونہی کہہ دیا تھا۔ ہمارا شربت پینے کو ہرگز دل نہیں چاہ رہا۔ ہمارا گلا پہلے ہی خراب ہے"

"ہاں برخوردار! تم پر احتیاط لازم ہے ورنہ زکام بگڑ کر نمونیہ ہو جاتا ہے اور نمونیہ سے تو خدا ہر مومن مسلمان کو بچائے۔ اس موذی مرض سے تو کوئی قسمت والا ہی صحت یاب ہوتا ہے میاں اس حال میں آلو بخارے کا پینا گویا اپنی وفات کا بندوبست کرنا ہے۔ نہ ...... میاں ابھی تو تمہارے کھیلنے کھانے کے دن ہیں۔ آلو بخارے کا

شربت ہرگز مت پینا۔ قوم کو تمہاری ضرورت ہے۔

"اچھا اب اجازت دیں" ہم جھلا کر اٹھنے لگتے ہیں۔

"نہیں نہیں میاں بیٹھو تو سہی۔ ابھی ہم تمہیں بادام کا شربت پلائیں گے۔ دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ مقوی قلب ہے۔ جگر کو تازگی عطا کرتا ہے"

"نہیں اب اجازت دیں۔ پھر کبھی سہی" یہ کہہ کر ہم اٹھ کر چلے آتے ہیں۔

(ماخوذ)

خالد معلوماتی مقابلوں کے جوابات

امسال قیادت ضلع جھنگ کے تعاون سے ایک معلوماتی مقابلہ شروع کیا گیا ہے۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر "خالد" اپنی مقررہ تاریخ پر قارئین کی خدمت میں نہیں پہنچ سکا۔ چنانچہ قارئین معلوماتی مقابلہ میں تاریخ گذر جانے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے۔ اس لئے جو خدام ان مقابلوں میں شریک ہونا چاہیں وہ گذشتہ تمام مقابلوں کے جوابات ۵ رمئی تک دفتر خالد میں پہنچا دیں۔ (ادارہ)

مقابلہ مضمون نویسی برائے اطفال و ناصرات

ہر سال اطفال و ناصرات کا علمی و ادبی ذوق اجاگر کرنے کیلئے مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ایک مقابلہ مضمون نویسی ہوتا ہے۔ امسال اس مقابلہ کیلئے عنوان "سیرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ" ہے۔ اوّل، دوئم اور سوئم آنے والوں کو بالترتیب دو سو، ڈیڑھ سو اور ایک سو روپے انعام دیئے جائیں گے۔ حجم کم از کم سات سو اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار الفاظ ہو۔ آخری تاریخ ۳۱ر جولائی ۱۹۸۰ء ہے۔

(سیکرٹری اشاعت مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

شیزان
Digitized By Khilafat Library Rabwah
ایک بار نہیں سو بار نہیں
میں تو کہوں گی لاکھوں بار
شیزان کی ہر چیز ہے سب سے مزے
Mango Squash
Apple Jelly
Apricot Jam
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ - بند روڈ - لاہور

Monthly **KHALID** Rabwah

APRIL 1980

راہ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں ۔ موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ

ظاہر احمد خاں صاحب

سابق قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

خواجہ اعجاز احمد صاحب

ناظم اطفال مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

جوّاد رشید صاحب

سابق نائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

۸ مارچ ۱۹۸۰ء کو کار کے حادثہ میں شہید ہونے والے لاہور کے تین خدام احمدیت